امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 6 شوال المکرم 1438ھ بمطابق اگست 2017ء شمارہ 6

انف فی الماء واست فی السماء

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے نام
امارت اسلامیہ کا کھلا خط

افغان جنگ ناقابل فتح ہے

ٹرمپ شکست کا اعتراف کرتے ہیں

ٹرمپ کی نئی افغان پالیسی

بلیک واٹر کا نیا منصوبہ

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن صهيب رضي الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله عجباً لامر المؤمن إنَّ امرَه كلَّه له خيرٌ وليس ذلك لاحد الا لِلمؤمن إنْ اصابَته سَرّاءُ شكرَ فكان خيراً له ، وان اصابته ضَرّاءُ صبرَ فكان خيراً له۔ [رواه مسلم]

سیدنا صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بندہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لئے خیر ہی خیر ہے۔ اگر اس کو خوشی، راحت اور آرام پہنچے تو اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لئے خیر ہی خیر ہے۔ اور اگر اسے کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ [اس کو بھی اپنے حکیم و کریم رب کا فیصلہ اور اس کی مشیت یقین کرتے ہوئے] اس پر بھی صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لئے سراسر خیر اور موجب برکت ہوتا ہے۔

فرمان امیر المومنین شیخ الحدیث هبة الله اخندزاده حفظه الله

مجاہد بھائیوں کو میرا توصیہ یہ ہے کہ:

اپنی نیتوں کا اصلاح کریں، اپنے مقصد کو مالِ دُنیا، منصب، غنیمت اور شہرت نہیں، بلکہ اللہ تعالی کی رضا کو اپنا ہدف بنالے۔ جہاد ایک دینی عبادت اور فریضہ ہے، اپنے جہاد کی وجہ سے کسی اور مسلمان پر خود کو فوق سمجھے اور نہ ہی ان پر احسان ڈالے۔ سمجھ جاؤ کہ ہمارے جہاد کا عظیم مقصد اسلامی نظام کا قیام ہے اور اسلامی نظام کی عمدہ ذمہ داریاں مسلمانوں کے دین، نفس، مال، عقل، نسل اور عزت کا تحفظ ہے۔ ایسا کوئی قول، فعل یا سلوک مت کرو، جو مسلمانوں کے اس اقدار (جہاد) کو چیلنج کریں۔ کوشش کریں، کہ جہاد میں مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچ پائیں، اپنی جہادی سرگرمیوں کو نہایت دقت سے عملی کریں۔ عام المنفعہ مقامات مثلاً ہسپتال، مدارس، اسکول، پل، آبپاشی کے ذخائر اور دیگر پبلک تنصیبات اور منصوبوں کو نقصان مت پہنچاؤ، بلکہ ان کی حفاظت کریں۔ تمام علاقوں میں خاص کر ان علاقوں میں جہاں امارت اسلامیہ کا کنٹرول ہے، وہاں نئی نسل کے لیے دینی اور عصری علوم کے لیے راہ ہموار کریں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد۶/ شوال ۱۴۳۸ھ اگست ۲۰۱۷/ شمارہ ۶

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 350 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

انف فی الماء واست فی السماء	۲
علامہ غلام حیدر؛ حیات و خدمات	۳
امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے نام امارت اسلامیہ کا کھلا خط	۶
قطر بحران؛ استعماری قوتوں کی خواہش؟	۸
معذرت اور ریفرنڈم...!	۱۱
افغان جنگ ناقابل فتح ہے	۱۲
انسانی حقوق کا چارٹر اور عالمی سامراج	۱۳
اختلافات کی شکار حکومت	۱۵
بلیک واٹر کا نیا منصوبہ	۱۶
ٹرمپ کی نئی افغان پالیسی	۱۸
چین و ہندوستان کے درمیان تنازع	۲۰
انسانیت کے ہمدرد انسانی نسل کشی پر خاموش!	۲۲
جنگ میں توسیع ٹرمپ کی چاہت	۲۳
ٹرمپ شکست کا اعتراف کرتے ہیں	۲۴
داعشی اسلام کے مطالبات	۲۶
ڈیورنڈلائن کے دونوں جانب آپریشن؟	۲۷
فاریاب، پکتیا، فراہ اور بغلان میں تازہ فتوحات	۲۸
دوراندیشی پر مبنی ٹرمپ کے نام خط	۲۹
مسجد اقصی مسلم حکمرانوں کی غفلت کی شکار	۳۰
مجاہد بھائیوں سے گزارش ہے	۳۲
ہیمبرگ؛ امریکی تذلیل کا اجلاس	۳۳
صلح کے سوداگر ڈاکٹر زلاند	۳۴
ظالم حکام اور غیر سیاسی رعایا	۳۵
صلح کے نام پر کھلا مذاق	۳۶
چین و انگلستان؛ دشمنی سے دوستی تک	۳۷
جارحیت کے زیر سایہ منشیات کا بڑھتا رجحان	۳۸
افغانستان جون ۲۰۱۷ میں	۳۹
جنگی جرائم	۴۲

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

انف فی الماء واست فی السماء

کابل کے کٹھ پتلی ادارے کے برائے نام سربراہ اشرف غنی نے کابل میں ہونے والے ایک فوجی تقریب میں کہا ہے کہ "مخالفین (طالبان) کو چاہئے کہ سرنڈر ہوجائیں اگر سرنڈر نہیں ہوئے تو افغان کمانڈوز کے ذریعے انہیں سرنڈر ہونے کے لئے مجبور کردیا جائے گا کیونکہ پوری قوم افغان فوج کی پشت پر ہے "(حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ قوم کس کی پشت پر ہے اور قوم کی ہمدردیاں کس کے ساتھ ہیں)۔

اشرف غنی جو بیرونی غاصبوں کی موجودگی میں ایک بے اختیار اور کٹھ پتلی سربراہ ہے اور ساتھ ہی اس کی بے سروپا باتیں بھی عوام میں اتنی مشہور ہیں کہ اکثر لوگ اسے نارمل انسان بھی نہیں سمجھتے، اس لئے اس کی یہ بات بھی اتنی زیادہ قابل توجہ نہیں۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اس اجلاس میں موجود بیرونی افواج کے سربراہ امریکی جنرل نکولسن نے بھی کہا کہ طالبان کے پاس دو راستے ہیں۔ یا تو وہ خود سرنڈر ہوجائیں یا پھر افغان کمانڈوز کے ذریعے انہیں سرنڈر کردیا جائے گا۔

امارت اسلامیہ کے مجاہدین دنیا کے ایٹمی طاقت اور بہترین دفاعی سسٹمز رکھنے والے 48 ممالک سے بنے دنیا کے بڑے اتحاد کے خلاف نہ صرف یہ کہ 16 برس تک برسرپیکار رہے بلکہ اپنی جان کی قربانیاں دے کر انہیں گھٹنے ٹیکنے پر بھی مجبور کردیا ہے۔ اشرف غنی جیسے کٹھ پتلی حکمران اور نکولسن جیسے ناکام کمانڈر کی جانب سے امارت اسلامیہ کے ان پر عزم، پختہ ارادوں کے مالک، ثابت قدم اور اپنے وقت کے عظیم فاتحین مخلص مجاہدین سے ایک غلام اور مزدور فوج کے سامنے سرنڈر ہونے کا مطالبہ کیا جارہا ہے تو مجھے عربی زبان کا مشہور مقولہ سامنے آجاتا ہے کہ: انف فی الماء واست فی السماء۔

جنگوں میں افغانوں کی جرات وبہادری ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ افغانوں کی اسی جرات وبہادری کی بدولت یہاں ہر چھوٹے بڑے غاصب اور یلغار کرنے والے کو منہ کی کھانی پڑی ہے۔ لیکن ہم سب کا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ افغانستان میں جب بھی کسی یلغار کرنے والے کو شکست ہوئی ہے وہ اللہ تعالی کے فضل وکرم اور مدد سے ہوئی ہے افغانوں کی جرات وبہادری صرف اس کے لئے ایک سبب بنی ہے۔ اللہ تعالی کی مدد و نصرت نہ ہو تو تمام افغان مل کر بھی دشمن کے ایک اہلکار کو شکست نہیں دے سکیں گے۔

ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی کبھی بھی باطل کی مدد اور نصرت نہیں کرتا، وہ ہمیشہ حق کا ساتھ دیتا ہے۔ ہم اسی عقیدے کی بنیاد پر دشمن سے لڑ رہے ہیں، ہم اسی عقیدے کی بنیاد پر اپنے حق اور سچے اہداف کے حصول اور اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل کے لئے دشمن سے نبرد آزما ہیں، اسی لئے اللہ تعالی نے ہر موقع اور ہر دشمن کے مقابلے میں فتح اور کامرانی سے نوازا ہے۔ لیکن افغانوں کی جو لڑائی باطل کے لئے ہو، مذموم اہداف ومقاصد کے لیے ہو تو وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوئے۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر نجیب کی پوری فوج افغانوں پر مشتمل تھی، یہ ایک منظم فوج تھی، چند علاقوں کے علاوہ پورے ملک پر ان کی حکومت تھی، اسلحہ کی بھی ان کے پاس کمی نہیں تھی کہ روسی افواج بہت سارا اسلحہ، جنگی جہاز، ٹینک وغیرہ چھوڑ گئے تھے۔ روسی افواج کے جانے کے بعد یہ فوج تقریبا تین سال تک مجاہدین سے لڑتی رہی، لیکن چونکہ یہ جنگ باطل کے لیے تھی اور اللہ تعالی کی مدد اور نصرت شامل حال نہیں تھی اس لئے انجام کار مجاہدین کے مقابلے میں انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

اس کے بعد پھر طالبان کی اسلامی تحریک کے مقابلے میں جو گروپ لڑ رہا تھا وہ بھی افغانوں پر ہی مشتمل تھا، ان کے پاس بھی وسائل کی کمی نہیں تھی سابقہ حکومت کے تمام وسائل ان کے پاس رہ گئے تھے لیکن چونکہ ان کی لڑائی بھی حق کے لئے نہیں تھی اس لئے انہیں بھی شکست ہوئی۔

کابل ادارے کے حالیہ تمام فوجی بھی افغانی ہی ہیں لیکن یہ فوج امریکہ کی بنائی ہوئی فوج ہے اور امریکہ کے ساتھ شانہ بہ شانہ کھڑی ہوکر ان مجاہدین کے ساتھ برسرپیکار ہے جو اپنے ملک کی دفاع، یہاں اسلامی نظام کے نفاذ اور بیرونی غاصبوں سے اپنا وطن پاک کرنے کے لئے اپنی جانوں کی قربانیاں دے رہے ہیں۔

تو حق کے مقابلے میں باطل کے ساتھ شانہ بہ شانہ کھڑی ہوکر لڑنے والی، صرف نام کے افغانوں سے بنی فوج کے بارے میں امارت اسلامیہ کے مخلص، حق پرست، دین وملت کے محافظین اور بیرونی غاصبوں سے اپنے وطن کی آزادی کی خاطر جان قربان کرنے والے مجاہدین کے مقابلہ میں فتح اور کامیابی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ پوری قوم جانتی ہے کہ ایسی فوج کی مجاہدین کے مقابلے میں شکست یقینی ہے۔ عوام تو درکنار خود فوجی اہلکار، مجاہدین کے مقابلے میں اپنی شکست کو یقینی جانتے ہیں۔ وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ان کی یہ لڑائی باطل کے لئے ہے، اس لئے آئے روز فوج میں شامل نوجوان فوج سے فرار ہورہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ سولہ برس میں اربوں ڈالرز صرف کرکے بھی بیرونی غاصبین افغانستان میں فوج کے لیے مقررہ تعداد پورا کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ پوری دنیا چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ افغانستان میں مغربی اتحاد شکست سے دوچار ہے اور اتحاد میں شامل ممالک ایک ایک کرکے افغانستان سے بھاگ رہے ہیں اور یہاں سے اپنی فوج واپس بلانے کے فیصلے کررہے ہیں۔ امریکا جو اس اتحاد کا سربراہ ہے، میں کوئی ایک اہلکار بھی ایسا نہیں جو اس جنگ سے پر اُمید ہو اور اس نے یہ جنگ جیتنے کی امید کا اظہار کیا ہو۔ اور تو اور خود امریکی وزیر دفاع بھی اپنی شکست تسلیم کرتا ہے۔ چند دن پہلے اس نے بڑے واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ افغانستان میں امریکی حکمت عملی ناکام ہے اور اس حکمت عملی کے ساتھ طالبان کے مقابلے میں کامیابی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اس کے علاوہ امریکی صدر ٹرمپ نے بھی علی الاعلان کہا ہے کہ یہ لڑائی امریکہ کے لئے ایک بے فائدہ، سب سے طویل اور ناکام جنگ ہے۔

اس کے مقابلے میں امارت اسلامیہ کے کسی چھوٹے یا بڑے رہنما کی زبان سے کمزوری اور لاچارگی کا ایک لفظ بھی نہیں نکلا ہے جسے اشرف غنی مجاہدین کی پسپائی پر بطور ایک کمزور سی دلیل کے پیش کرسکے۔ بلکہ دنیا دیکھ رہی ہے کہ دشمن کے مقابلے میں طالبان کی لڑائی دن بہ دن مضبوط ہوتی جارہی ہے۔ نوجوان اتنی تیزی اور بڑی تعداد کے ساتھ میدان جنگ کی طرف آرہے ہیں کہ ان کا سنبھالنا مشکل ہورہا ہے۔ امارت اسلامیہ کے رہنماؤں حتی کہ امیر المومنین کے بیٹے بھی صف اول میں لڑ رہے ہیں۔ کامل اخلاص اور شوق وجذبہ کے ساتھ ان نوجوانوں کی میدان جنگ میں لڑنے کی بدولت ملک کے مختلف اطراف میں ہماری تازہ ترین بڑی فتوحات دنیا کے سامنے ہیں۔ تو ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آرہی ہے کہ افغانستان کے ذوالحال سربراہ کس دلیل پر طالبان کو سرنڈر ہونے کا کہہ رہا ہے؟۔

البتہ اگر اشرف غنی امریکہ کے کابل ادارے کے ساتھ تعاون جاری رکھنے اور 4000 مزید فوجی بھیجنے کے وعدہ پر اچھل رہا ہے اور اسے اپنے تمام دکھوں کا مداوا سمجھ رہا ہے تو یہ اس کی نری حماقت ہے۔ امریکہ کی حمایت اور قیام تو یہاں گزشتہ 16 برسوں سے ہے، ان سولہ برس میں امریکی اور دیگر اتحادیوں کے لاکھوں فوجیوں نے کیا کیا جو اب 4000 مزید فوجی آکر کریں گے؟

ہاں! امریکہ کے اس فیصلے سے اتنا ہوگا کہ ہر دن امریکہ پہنچنے والے تابوتوں میں مزید اضافہ ہوگا، بے جا جنگی اخراجات اور بڑھیں گے اور امریکہ کی ساری دنیا کے سامنے مزید جگ ہنسائی ہوگی۔ اب یہ امریکہ پر ہے کہ وہ حماقت سے بھرپور اپنے اس فیصلہ پر قائم رہتا ہے یا سمجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے افغانستان میں باقی ماندہ فوجیوں کو بھی امریکہ بلا کر مصیبت سے جان چھڑاتا ہے۔

علامہ غلام حیدر؛ حیات و خدمات

قاری سعید

میرا ارادہ بن رہا تھا کہ امارت اسلامیہ کے رہنما اور جید عالم شیخ الحدیث مولوی غلام حیدر رحمہ اللہ کی زندگی سے متعلق کچھ سامنے لایا جائے۔ اسی سلسلے میں مَیں اُن کے گھر کی تلاش کی غرض سے نکلا۔ مَیں نے سوچا جیسا کہ مولوی غلام حیدر صاحب ایک جید عالم دین اور امارت اسلامیہ کے اہم رہنماؤں میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ خدمتِ دین میں گزارا ہے۔ یقینا ان کی دنیا کی زندگی مختلف سہولیات سے لبریز ہوگی۔ ان کا ایک عالی شان گھر ہوگا۔ مجھے پتا نہیں تھا کہ اللہ کے دین خدمات کی بدولت جس قدر اخروی زندگی پُر تعیش ہوتی ہے تو اسی کے برعکس دنیا کی زندگی مصائب سے بھرپور ہوتی ہے۔ ایسے لوگ دنیا کو کچھ اہمیت نہیں دیتے۔ ان کی ساری زندگی اسلام کی خدمت کے لیے وقف ہے۔ مولوی غلام حیدر صاحب کی رہائش گاہ پر بہت مشکل سے پہنچ پایا۔ یہ ان کی وہ رہائش گاہ تھی، جہاں انہوں نے زندگی کا آخری وقت گزارا تھا۔ ایک جامع مسجد کے قریب کسی جھونپڑی جیسا گھر تھا، جو غربت کی عکاسی کرتا تھا۔ مرحوم شیخ صاحب کے بیٹے نے میرا بہترین استقبال کیا۔ پھر شیخ صاحب کے مہمان خانہ میں بٹھایا۔ شیخ صاحب کے کمرے میں روحانیت کا ایک عجیب اثر محسوس ہوتا تھا۔ شیخ صاحب کی زندگی کے بارے میں ان کے بیٹے سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ انہوں نے شیخ صاحب کی علمی، جہادی اور تدریسی خدمات کے بارے میں تفصیلی معلومات دیں۔ انہوں نے بتایا کہ شیخ صاحب ایک متقی عالم دین تھے۔ وہ دنیا کی آسائشوں سے لاتعلق تھے۔ ہمیں ان کی طرف سے وراثت میں صرف کتابوں کی ایک الماری ملی ہے، جو آپ کے سامنے ہے۔

جب مَیں نے امارت اسلامیہ کی فوجی عدالتوں کے سربراہ مولوی غلام حیدر صاحب کی عظیم خدمات اور خلوص کے ساتھ ان کی غریبانہ زندگی کا موازنہ کیا تو ذہن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وہ تاریخی جملہ جگمگانے لگا، جو وہ ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے: "كونوا ينابيع العلم مصابيح الهدى أحلاس البيوت سرج الليل جدد القلوب خلقان الثياب . تعرفون في أهل السماء ، وتخفون في أهل الأرض۔" واقعی مرحوم شیخ صاحب کی زندگی کھلی کتاب کے مانند تھی۔ وہ علم کا سرچشمہ اور ہدایت کے چراغ تھے۔ ان کا دنیا کے ساتھ لگاؤ تھا اور نہ ہی شہرت کی تمنا تھی۔

شیخ الحدیث مولوی غلام حیدر صاحب

مولوی غلام حیدر صاحب نے 1945 بمطابق 1364 میں قندھار کے ضلع شوراوک کے 'بڑیچ علی زئی' گاؤں میں مشہور عالم دین ملا فقیر محمد اخند کے ہاں آنکھ کھولی۔ ان کے والد محترم علاقے کے مشہور عالم دین اور متقی شخص تھے، جنہوں نے اپنے بیٹے کی تربیت اور تعلیم پر بھرپور توجہ دی۔ اس وقت افغانستان میں تاریخی خشک سالی کے باعث بہت سے لوگ نقل مکانی کر گئے تھے۔ مولوی غلام حیدر کے والد محترم مولوی فقیر محمد اخند بھی اپنے خاندان سمیت شوراوک سے نقل مکانی کر کے قندھار کے ضلع پنجوائی کے علاقے زنگاوات میں رہائش پذیر ہوئے۔ گاؤں کے لوگوں نے انہیں اپنی مسجد کا پیش امام مقرر کر دیا۔ اس دوران مولوی غلام حیدر صاحب نے اپنے والد گرامی سے حصول علم کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کے بعد قندھار کے مختلف علاقوں میں دیگر جید علمائے کرام کے زیرِ سایہ حصول علم کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ جب مولوی غلام حیدر کے والد گرامی انتقال کر گئے تو انہوں نے حصول علم کا سلسلہ جاری رکھنے کے

لیے پاکستان کا رخ کیا۔ انہوں نے صوبہ بلوچستان کے مختلف مدارس میں معروف علمائے کرام سے دینی علوم مکمل کر کے سن 1395ھ میں کوئٹہ کے مشہور مدرسے 'دارالارشاد' چمن پھاٹک سے سند فراغت حاصل کی۔

تدریس کا آغاز

مولوی غلام حیدر صاحب نے مدرسہ قاسم العلوم شابو کوئٹہ میں تدریس کا آغاز کیا۔ بعد ازاں انہوں نے مدرسہ مظہر العلوم شالدرہ اور جہاد کے دوران کوئٹہ میں حرکتِ اسلامی انقلاب کے مشہور مدرسے میں سلسلہ تدریس جاری رکھا۔ انہوں نے جہاد کے دوران کوئٹہ، پشین، گلستان اور دیگر علاقوں میں تدریس و امامت کا مقدس فریضہ انجام دیا۔ وہ اس کے بعد بلوچستان کے مشہور مدرسہ دارالعلوم ہاشمیہ میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ مرحوم شیخ صاحب آخر دم تک تعلیم و تدریس سے وابستہ رہے۔ حتیٰ کہ امارت اسلامیہ کے دور میں دفتری امور کے فرائض کے دوران بھی سرکاری اوقاتِ کار سے پہلے بعد میں اپنے خصوصی طلباء کو دینی کتابیں پڑھاتے تھے۔ جب امریکا نے افغانستان پر یلغار کی تو انہوں نے ایک بار پھر ہجرت کی زندگی کے دوران تدریس شروع کر دی۔ وہ مرتے دم تک اس مقدس شعبے کے ساتھ وابستہ رہے۔ مرحوم شیخ صاحب اپنے وقت کے ایک جید عالمِ دین اور تجربہ کار مدرس تھے۔ امارت اسلامیہ کے بہت سے رہنما ان کے شاگرد رہ چکے ہیں۔ اس لیے امارت اسلامیہ کے فوجی اور شہری حکام کی نظر میں انہیں ایک خاص مقام حاصل تھا۔

جہاد اور امارت اسلامیہ میں خدمت

شیخ صاحب کا شمار روس کے خلاف جہاد کے دوران اہم داعی علماء میں ہوتا تھا۔ انہوں نے مولوی محمد نبی محمدی کی تنظیم 'حرکت اسلامی' کے جہادی شعبے میں کام کیا۔ قندھار کے ضلع شوراوک میں ان کے مجاہدین جہادی کارروائیاں کرتے تھے۔ وہ خود بھی تدریس کے وقت سے فراغت کے بعد مسلح جہاد میں حصہ لیتے تھے۔ جہاد کی بدولت سوویت یونین کی شکست کے بعد جب افغانستان میں افراتفری اور لاقانونیت کے دور کا آغاز ہوا تو اس کے خلاف مجاہدین کی 'تحریکِ جہاد' کے تحت جہاد کا اعلان ہوا۔ اس وقت شیخ صاحب کوئٹہ شہر کے علاقے 'موسیٰ کالونی' میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے۔ ایک دن تحریکِ جہاد کے چند معروف سرکردہ رہنماؤں: ملا بورجان شہید، مولوی احسان اللہ احسان شہید اور مولوی وکیل احمد متوکل پر مشتمل وفد نے ان سے ملاقات کر کے انہیں تحریکِ جہاد میں شمولیت کی دعوت دی۔ شیخ صاحب نے وہ دعوت قبول کر لی۔ اس وقت قندھار کے تین اضلاع میوند، بولدک اور شین ڈنڈ پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول قائم کر لیا تھا۔ جب کہ ابھی تک قندھار شہر فتح نہیں ہوا تھا۔ شیخ صاحب ان کے ہمراہ ہو گئے اور تحریکِ جہاد میں پہلے عسکری سربراہ ملا محمد اخوند کی قیادت میں جہادی کارروائیوں کا آغاز کیا۔ اس کے بعد امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کے حکم پر فوجی عدالتیں قائم کی گئیں۔ شیخ مولوی غلام حیدر صاحب کو ان عدالتوں کا سربراہ مقرر کر دیا گیا۔

امارت اسلامیہ نے فوجی عدالتیں اس لیے قائم کی تھیں کہ عسکری شعبے سے وابستہ افراد کو ظلم، جرائم اور سرکشی سے روکا جائے۔ اگر عسکری شعبے میں کسی فرد پر کوئی الزام عائد ہوتا تو اس کو فوجی عدالت میں پیش کیا جاتا تھا۔ فوجی عدالتوں کا مرکز قندھار میں تھا۔ جب کہ کابل، ہرات، مزار شریف، قندوز، ننگرہار اور کچھ دیگر صوبوں میں اس کے مقامی دفاتر اور برانچیں قائم کی گئی تھیں۔ شیخ صاحب اصول پسند اور حساس آدمی تھے۔ انہوں نے فوجی عدالتوں

کے سربراہ کے طور پر عظیم خدمات انجام دیں۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کو فوجی عدالتوں کے ذریعے غیر قانونی اقدامات سے روکا۔ وہ عوام الناس کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ فوجی عدالتوں پر امارت اسلامیہ کے بانی مرحوم امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کی خصوصی توجہ تھی۔ حتیٰ کہ شیخ صاحب کبھی کبھی کہتے تھے کہ 'یہ امیر المؤمنین کی عدالت ہے۔' کیوں کہ وہ اس بات پر زیادہ زور دیتے تھے کہ 'مجاہدین ہتھیار اور طاقت کے بل بوتے پر شہریوں کے ساتھ ناروا سلوک نہ کر سکیں۔'

اگرچہ فی الوقت فوجی عدالتیں امارت اسلامیہ کی سول عدالتوں کے عمومی کمیشن کے ماتحت کام کر رہی ہیں، لیکن امارت اسلامیہ کے دور حکومت میں یہ اتنا بااختیار اور مستقل طور طاقت ور ادارہ تھا کہ کسی بھی کور کمانڈر، گورنر، پولیس سربراہ، فوجی سربراہ اور جہادی فرنٹ لائن کے کسی بھی ملزم نام زد کیے گئے رہنماء کو متعلقہ مقدمے کی سماعت کے لیے بلایا جا سکتا تھا۔ انہیں انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کیا جاتا تھا۔ ان سے بے باکانہ پوچھ گچھ ہوتی تھی۔ اس کی کئی مثالیں تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں۔

جس وقت امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا، تب شیخ صاحب شمالی صوبوں میں فوجی عدالتوں کی نگرانی سے کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ قندھار تشریف لائے۔ جب امارت اسلامیہ نے شہروں سے پسپائی اختیار کی تو شیخ صاحب واپس ہجرت کر کے تدریس اور امامت کے فرائض ادا کرنے میں مشغول ہو گئے۔ البتہ انہوں نے تدریس و امامت کے ساتھ امریکا کے خلاف علَمِ جہاد بلند ہی رکھا۔ وہ اہم ذمہ دار کی حیثیت سے امارت اسلامیہ کے تمام متعلقہ شعبوں میں خدمات انجام دیتے تھے۔ امریکا کے خلاف جہاد کے ابتدائی سالوں میں امارت اسلامیہ کے سرکردہ رہنماؤں ملا عبید اللہ شہید، ملا برادر اخوند، ملا داد اللہ شہید، ملا اختر محمد عثمانی شہید ہمیشہ شیخ صاحب سے ملاقاتیں اور مشاورت کرتے تھے۔ بہت سے مسائل میں ان سے رہنمائی لیتے تھے۔ بعد ازاں شیخ صاحب نے امارت اسلامیہ کی سول عدالتوں کے اعلیٰ ادارے میں کام شروع کیا۔ چند دیگر شیوخ کے ساتھ مل کر عدالتوں کا نظام فعال کیا، جو اب تک امارت اسلامیہ کے تمام شعبوں میں ایک بنیادی کام گردانا جاتا ہے۔

وفات حسرتِ آیات

شیخ صاحب ہجرت کی زندگی کے دوران تدریس میں مصروف تھے کہ اچانک بیمار ہو گئے۔ وہ چند دن علالت کے بعد 26 ربیع الاول 1433ھ کو 67 سال کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان کی نماز جنازہ کے بعد انہیں کوئٹہ شہر میں 'شیخ ماندہ' کے قریب 'سیدان قبرستان' میں سپرد خاک کیا گیا۔

شیخ صاحب کے شاگرد ملا برآت شاہ آغا نے شیخ صاحب کی شخصیت کے بارے میں بتایا: 'شیخ صاحب نہایت متقی، جید عالم اور مشفق انسان تھے۔ وہ ہر انسان، بالخصوص مجاہدین پر بہت مہربان تھے۔ دنیا کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ ایک غریب عالم دین تھے۔ ان کی اولاد کو ورثہ میں کچھ نہیں ملا۔ اُن کی عبادت میں قابلِ رشک عاجزی تھی۔ وہ جذبۂ جہاد سے سرشار تھے۔ انہیں عہدوں کا کوئی شوق نہیں تھا۔ وہ اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے انجام دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات قبول اور درجات بلند فرمائے۔ آمین

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے نام امارت اسلامیہ کا کھلا خط

سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدیٰ!

ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلامتی ہو!

آپ کی فوج نے ہمارے ملک میں مکمل سولہ برس گزار دیے ہیں۔ اس نے افغانستان کو تابع کرنے کے لیے تمام تر قوت بروئے کار لائی ہے۔ ایسے حالات تھے کہ امریکا کے سابق حکمرانوں نے افغانستان پر حملہ کرنے کے لیے ایک وسیع عالمی اتحاد قائم کیا تھا۔ اس کے باوجود افغانستان میں آپ کی 16 سالہ موجودگی کا نتیجہ یہ ہے کہ آج افغانستان سکیورٹی لحاظ سے سب سے بے امن، انتظامی امور میں سب سے کرپٹ اور معاشی لحاظ سے غریب ترین خطہ بنا دیا گیا ہے۔ اس سب کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بیرونی جارحیت کے ذریعے افغان غیور عوام کا ادارہ محکوم، یہاں کی خودمختاری سلب اور افغانستان کی باگ ڈور ایسے افراد کے حوالے کی گئی ہے، جو غیروں کی غلامی کی وجہ سے افغان عوام کے درمیان سب سے منحوس، نفرت آلود اور بدقسمت چہرے تصور کیے جاتے ہیں۔

صدر ٹرمپ!

ممکن ہے آپ افغانستان میں اپنی کٹھ پتلی حکومت کو ایک 'مسیحا' ثابت کریں، مگر یاد رکھیں کہ افغانی عقل سلیم کے حامل ہیں۔ وہ افغانستان میں آپ کی 16 سالہ موجودگی کے نتائج پر فیصلہ کریں گے۔ وہ آپ کے طرف دار جھوٹے اور کرپٹ حکمرانوں کے دعووں اور نعروں پر اعتماد نہیں کریں گے۔ آپ کو یہ حقیقت سمجھنا چاہیے کہ افغانستان پر مسلط نفرت زدہ طبقے کو آپ کی مصلحت کی اہمیت کا اندازہ ہے اور نہ ہی اپنے عوام کا درد ہے۔ اُس کے نزدیک سب سے اہم مسئلہ اپنے اقتدار کی بقا ہے۔ وہ اقتدار پر ناجائز قبضے کے بقا کے لیے صرف آپ ہی کی نہیں، بلکہ وہ ہر اُس فرد کی غلامی کے لیے کمربستہ ہیں، جو اُن کے اقتدار کی حمایت کرنے والا ہو۔ آپ کی جانب سے مسلط انتظامیہ آپ کے علاقہ درجنوں دیگر بیرونی رابطوں سے ناجائز تعلقات رکھے ہوئے ہے۔

امریکی صدر!

آپ کی جانب سے گزشتہ 16 برسوں کے دوران کس حکومت کے اقتدار کے لیے اربوں ڈالر ضایع ہوئے ہیں؟ ہزاروں فوجی ہلاک و زخمی یا ذہنی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ وہ حکومت اس کا قابل نہیں، جس کا صدر اپنے نائب کے ساتھ چپقلش میں مبتلا ہو۔ آپ نے دیکھا ہو گا صدارتی محل کے نائب اور جنگی مجرم جنرل دوستم افغانستان سے باہر اشرف غنی کے خلاف اتحاد قائم کر رہے ہیں۔ افغانستان ہی میں کئی گورنر اشرف غنی کے خلاف محاذ بنائے ہوئے ہیں۔ جب کہ ارکان پارلیمنٹ اشرف غنی سے اقتدار سے سبک دوشی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

صدر ٹرمپ!

اگر آپ کچھ تاریخی حوالوں کا مطالعہ کریں تو جان جائیں گے کہ دنیا بھر میں افغانی ہی آپ کے محسن ہیں، جنھوں نے آپ سمیت دنیا بھر کو اپنی قربانیوں کے بل بوتے کمیونزم کے سرخ ریچھ سے نجات دلائی تھی۔ کیا افغانستان کے غیور عوام کے اس تاریخی احسان کے مقابلے میں آپ کا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ ان پر نااہل، کرپٹ، بے ضمیر اور غاصب حکمران مسلط کر دیے جائیں؟ عقل سلیم اور زندہ ضمیر کا تقاضا یہ ہے کہ ہماری مظلوم ملت کے تاریخی کارنامے اور 'عالمی احسان' کا بدلہ اچھے انسانی تعامل سے دیا جائے۔ ایسا نہیں کہ ان پر مزید جارحانہ جنگ کی آگ بھڑکائی جائے۔ ان کی مذہبی اور قومی اقدار پامال کی جائیں۔ دنیا بھر کے کرپٹ ترین افراد کو ان کی قسمت کے فیصلے کرنے کے لیے یہاں کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا جائے۔

امریکی صدر!

آپ کے وقت کے حکمرانوں نے ایک ناعاقبت اندیش اور ایسے نامعقول بہانے سے افغانستان پر قبضہ جمانے کا ارادہ کیا، جن کا افغانوں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ جو افغانی آپ کی فوج کے خلاف جو اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، ان کی اپنی سرزمین، عقیدے اور عوام کے دفاع کی مزاحمت جائز ہے۔ اسی لیے آپ کی قیادت میں 48 ممالک کی جدید ٹیکنالوجی سے لیس فوج انہیں ختم کرنے میں ناکام ہے۔ افغان عوام امریکا سمیت دنیا کی کسی ملت کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ البتہ اگر کوئی ان کی سرزمین پر ناجائز ہلہ بول دے تو پھر یہ غاصبوں کو مار بھگانے کا بہترین تجربہ بھی رکھتے ہیں۔ امارت اسلامیہ کے عوام کی یہ مذہبی اور قومی مزاحمت کوئی پراکسی وار یا ناجائز جنگ نہیں ہے۔ امارت اسلامیہ کے عوام کی یہ جنگ صحیح اسلامی عقیدے اور ملی نکتۂ نظر کی بنیاد پر ہے۔ آپ کے انٹیلی جنس اداروں کا یہ اعتراف واضح ہے کہ 'امارت اسلامیہ سے دنیا کا کوئی بھی ملک تعاون کر رہا ہے اور نہ ہی تاحال اس بارے میں کوئی شواہد پیش کیے جا سکے ہیں۔' بار بار کی جارحیت کے بعد ہماری مسلمانان افغانستان اس امر سے بخوبی

آگاہ ہیں کہ اپنے روایتی ہتھیاروں اور وسائل کے استعمال سے استعمار کے خلاف طویل جنگ لڑی جائے اور اُسے یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا جائے۔

صدر صاحب!

امریکن مائیں بیٹے اس لیے پیدا نہیں کرتیں کہ وہ افغانستان کے پہاڑوں اور دشت و صحرا میں ڈاکوؤں اور کرپٹ حکمرانوں کے ناجائز اقتدار کو مضبوط کرنے کی خاطر مارے جائیں۔ اور ان فوجیوں کے والدین افغانستان میں اپنے بیٹوں کے ہاتھوں افغانوں کی موت پر راضی ہوں۔ یاد رکھیے! امریکی نوجوان امریکا کا وہ انسانی سرمایہ ہیں، جن کی زندگی کا تحفظ آپ اور تمام امریکی حکمرانوں کی سب سے عظیم ذمہ داری ہے۔ البتہ یہ اُس وقت کے امریکی حکمرانوں کی تاریخی غلطی تھی، جنھوں نے امریکی نوجوانوں کو افغانوں کی قتل عام کے لیے بھیجا تھا۔ ایک ذمہ دار امریکی صدر کے طور پر آپ کو چاہیے کہ اپنے پیش رُوؤں کی غلطیوں سے عبرت حاصل کرتے ہوئے افغانستان میں مزید امریکی فوجیوں کی ہلاکت وزخمی ہونے کے تسلسل کے اختتام کا سوچا جائے۔ آپ کے جنرل امریکی فوجیوں کی ہلاکتوں اور زخمیوں کی صحیح تعداد چھپاتے ہیں۔ افغان عوام بہت احتیاط کے ساتھ امریکی ماؤں کے مقتول بیٹوں کے تابوت گن کر آپ کی جانب روانہ کرتے ہیں۔

صدر ٹرمپ!

ہم جانتے ہیں کہ آپ نے بھی کسی حد تک اپنے پیش رؤوں کی غلطی کا اندازہ کر لیا ہے۔ اسی وجہ سے افغانستان میں آئندہ کے لیے اسٹریٹیجی کے تعین کے لیے گہری سوچ و بچار کو ضروری سمجھے۔ کانگریس کے کچھ جنگ پسند ارکان اور افغانستان میں آپ کے فوجی جنرلز آپ کو افغانستان میں مزید اُلجھے رہنے کے مشورے دے رہے ہیں۔ کیوں کہ وہ افغانستان میں جنگ کو طول دے کر اپنے لیے فوجی امتیازات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اکثر افغانوں اور امریکیوں کی قسمت سے متعلق اس موضوع کے حوالے سے آپ مکمل ذمہ دارانہ رویہ اختیار کریں۔ جس طرح کہا جاتا ہے کہ 'جنگ ایک اہم سیاست ہے، جسے صرف جنگجوؤں کی مرضی پر نہیں چھوڑنا چاہیے۔' آپ کو بھی افغانستان کا جنگی موضوع جنگ پسند جنرلوں کی رائے پر نہیں چھوڑنا چاہیے۔ آپ اس بارے میں ایسے فیصلے کریں کہ آئندہ کی تاریخ آپ کے امن پسند کردار پر فخر کرے۔ افغانستان میں جنگی صورت حال آپ کے لیے اِس سے کہیں زیادہ خراب ہے، جس کا آپ تصور کر رہے ہیں! آپ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ ہفتے میں مجاہدین کئی اضلاع کے مراکز کو کابل کی کرپٹ انتظامیہ سے واپس لے کر وہاں کا کنٹرول سنبھال رہے ہیں۔ مجاہدین آپ ہی کی حمایت یافتہ افغان انتظامیہ سے اتنی مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود چھین لیتے ہیں، جس سے وہ کافی عرصے تک لڑ سکتے ہیں۔ مجاہدین افغانستان کی تمام مرکزی شاہراہوں کو بہت آسانی سے اپنے کنٹرول میں لے لیتے ہیں۔ اگر مجاہدین کو شہریوں کے نقصانات کا خدشہ نہ ہو تو وہ بہت سے محصور صوبوں کو بہت جلد فتح کر لینے کی پوزیشن میں تیار کھڑے ہیں۔ افغانستان کا ہر باشندہ امریکی فوجی کو قابض استعمار کے نکتہ نظر سے دیکھتا ہے۔ حتیٰ کہ جس افغان فوج پر آپ کافی اخراجات کرتے ہیں، اُن میں سے بہت سے فوجی آپ کی جانب سے دی جانے والی بندوقوں سے ہی امریکی فوج کے سینے چھلنی کرتے رہتے ہیں۔ ہر افغانی اپنی اولاد کو استعمار سے وطن آزاد کرانے اور خود مختاری کا درس دیتا ہے۔ افغانستان ایسا خطہ ہے، جہاں کے بچوں کی پرورش غیروں کی ناجائز جنگ کے خلاف 'جذبۂ انتقام' کی آنچ پر پالے جاتے ہوں، جنھوں نے آپ سے پہلے تین مغرور سلطنتوں کو تباہ کرنے کا تاریخی امتیاز حاصل کر رکھا ہو، وہاں آپ کو کس طرح پر سکون زندگی میسر ہو سکے گی؟!

امریکی صدر!

ہر کوئی جانتا ہے کہ افغانستان میں جنگ کا اصل سبب بیرونی جارحیت ہے۔ بیرونی جارحیت کی وجہ سے یہاں جنگ کی آگ بھڑک اُٹھی ہے۔ اس جنگی فضا سے ہر مفاد پرست اپنے فائدے کی تلاش میں ہے۔ اگر یہاں جنگ نہ ہوتی تو ایک ذمہ دار اور عوام دوست حکومت انارکی اور بدامنی کا سدباب کر سکتی تھی۔ آپ کو مشرق وسطی کے تجربات سے ثابت ہوا ہوگا کہ جنگ کی آگ جلانا کسی بھی شخص کے مفاد میں نہیں ہے۔ تجربات بتاتے ہیں کہ افغانستان میں مزید فوج بھیجنے سے امریکا کی فوجی اور معاشی تباہی کے لیے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ اضافی فوج بھیجنے کے بجائے تمام موجود امریکی فوجیوں کے انخلا کی حکمتِ عملی پر غور کیا جائے۔ درحقیقت یہ حکمتِ عملی ایک جانب امریکی فوجیوں کی نجات کی دانش مندانہ راہ ہوگی اور دوسری طرف سابق امریکی حکمرانوں کی غلطیوں کا ازالہ کرتے ہوئے ان کی منحوس جنگی میراث کا اختتام ہوگی۔

آخری بات!

امریکی صدر صاحب! افغانستان کی عوامی مزاحمت کی قیادت امارت اسلامیہ کر رہی ہے۔ امارت اسلامیہ تمام خطے میں ایک منظم اور ذمہ دار ملی، سیاسی اور فوجی طاقت ہے۔ امارت اسلامیہ نے یہاں بیشتر ایسے فتنوں کا قلع قمع کیا ہے۔ اگر خطے میں امارت اسلامیہ کی ذمہ دارانہ پالیسی اور منظم بندوبست نہ ہوتو یہاں وسیع جنگ کا ایسا تباہ کُن جراثیم پھیل جائے، جس کی آگ کے شعلے ہم سائیہ ممالک، خطے، حتیٰ کہ دنیا بھر کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ اگر کوئی حقیقت سمجھ جائے تو امارت اسلامیہ کو واقعتا افغانستان، خطے اور دنیا کے لیے رحمت سمجھے گا۔ اس لیے کہ امارت اسلامیہ کسی کو نقصان پہنچانے کی پالیسی رکھتی ہے اور نہ کسی کو اجازت دیتی ہے کہ افغان سرزمین کو کسی کے خلاف استعمال کیا جائے۔ آپ کسی بڑی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں۔ اپنے کمزور ہتھیاروں کے ساتھ آپ کے خلاف کمربستہ افغان مسلمان عوام کو اس امر پر مجبور نہ کیا جائے کہ وہ اپنے خطے کی آزادی اور خود مختاری سمیت آپ کے مظالم سے نجات کی خاطر آپ کے حریفوں کی جانب ہاتھ بڑھا دیں۔ بہتر ہوگا کہ آپ ایک ذمہ دار امریکی صدر کے طور پر ان حقائق کا ادراک کریں۔ حقائق پر مبنی فیصلہ کریں، اس حقیقت کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کر لیں کہ افغان جنگ کو امریکا اور نیٹو کی تربیت یافتہ افواج، جدید ٹیکنالوجی، تجربہ کار فوجی جنرلز، یکے بعد دیگرے مختلف حکمتِ عملیوں اور مضبوط معیشت سے بھی نہیں جیت جاسکا تو کرائے کی قاتلوں، بدنام سکیورٹی اور ٹارگٹ کلر کمپنیوں سمیت بے ضمیر غلاموں کے ذریعے بھی نہیں جیتا جا سکتا۔

امارت اسلامیہ افغانستان

23/ ذوالقعدۃ 1438ھ، بمطابق 15/ اگست 2017ء

قطر بحران؛ استعماری قوتوں کی خواہش؟

حسن مومند

کچھ دن پہلے جب خلیجی ممالک نے اپنے قریبی اتحادی ملک قطر سے سفارتی اور تجارتی تعلقات منقطع کر دیے تو ایسا محسوس ہوتا تھا، جیسے پورے گاؤں نے کسی ایک گھر بائیکاٹ کر دیا ہو۔ دیکھا جائے تو رابطوں کے انقطاع کا اقدام سعودی عرب کی جانب سے ہوا اور متحدہ عرب امارات، بحرین، مصر، مالدیپ، یمن اور لیبیا نے اس کا ساتھ دیا۔ سعودیہ اور اتحادی اس بائیکاٹ کے ذریعے قطر کو جس جرم کی سزا دینا چاہتے ہیں، وہ اُن کے بقول قطر دہشت گردوں کی مدد کرتا ہے۔ اس طرح قطر کا یہ بھی جرم گردانا جاتا ہے کہ وہ ایران سے اچھے تعلقات رکھتا ہے۔ باوجود یہ کہ ایران عرب ممالک کے عدم استحکام کی کوشش کرتا ہے۔ بات صرف تعلقات کی نہیں، بلکہ ایران کی مدد سے بحرین کے اس گروہ کی مدد کا الزام بھی قطر پر لگایا جاتا ہے، جو بحرین کی حکومت کو کمزور کرنے کے ساتھ سعودیہ کے علاقے قطیف میں شیعوں کو سعودیہ کے خلاف بغاوت اکساتا ہے۔

ریاض کانفرنس کے بعد قطر کے امیر شیخ تمیم نے ان باتوں پر تنقید کی تھی، جس میں ایران پر الزامات لگا کر اسے تنہا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ قطر کے حوالے سے سعودیہ کے اتنے سخت رویے کی وجہ اکثر لوگ ظاہری طور پر قطر کے امیر سے منسوب اس بیان کو سمجھتے ہیں، لیکن قطر حکومت اس بیان سے انکاری اور کہتی ہے کہ الجزیرہ کے بشمول کچھ ٹیلی ویژن چینل ہیک ہوگئے تھے۔ اس طرح کے الفاظ ان شریروں کی جانب سے داخل کیے گئے ہیں، جو عرب ممالک میں اختلافات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قطر نے تلافی کی بہت کوشش کی، مگر وقت گزر چکا تھا۔ ریاض کانفرنس میں کی گئی تقریروں اور اعلامیوں کے ذریعے یمن سے شام تک ساری بدامنی کی ذمہ داری ایران پر ڈالی گئی۔ اوباما کے دور اقتدار میں امریکا کی جانب سے ایران سے جو نرمی کی گئی تھی، ٹرمپ نے اسے واپس لے کر ایران کو ایک بار پھر امریکا کے لیے کھلے دشمن کی حیثیت سے یاد کیا تھا۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ ایسی غیر مناسب فضا میں قطر کے لیے خاموش رہنا کامیاب سفارت کاری تھ،ی مگر جب وہ خاموش نہ رہا اور شیخ تمیم نے امریکا اور سعودی عرب کے بیانات پر تنقید کی تو خلیجی ممالک کی جانب سے ایسے ردعمل کا سامنے آنا یقینی تھا۔ قطر کے خلاف حالیہ اقدام دراصل ایران کو یہ پیغام ہیں کہ اب ایران کو عرب ممالک کے معاملات میں مزید مداخلت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

تیونس سے اٹھنے والی عرب بہار کے نام سے انقلابی لہر سے مصر ناراض ہے۔ یہ تحریکیں عرب ممالک پر مسلط عرب بادشاہوں کو اپنے لیے خطرہ نظر آنے لگیں۔ انہیں لگا کہ یہ انہی کے خلاف اٹھی ہیں۔ باوجود یہ کہ قطر میں خالص بادشاہت ہے، مگر اس پر الزام تھا کہ وہ باغیوں اور انقلابیوں کی حمایت کرتا ہے۔ کیوں کہ مصر میں عوامی تحریک کے نتیجے میں حسنی مبارک کا اقتدار ختم ہوگیا تھا۔ انتخابات کے نتیجے میں محمد مرسی کی قیادت میں اخوان المسلمون کی حکومت قائم ہوگئی تو اقتصادی مسائل کے پیش آنے کی وجہ سے قطر نے ساڑھے سات ارب ڈالر سے زائد کی امداد کا وعدہ کیا۔ جب جنرل السیسی کی بغاوت کے بعد محمد مرسی کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا، تب بھی قطر نے اخوانیوں کی حمایت اور تعاون کا سلسلہ جاری رکھا۔ قائدین کو قطر میں پناہ دی۔ الجزیرہ ٹی وی کے ذریعے مسلسل السیسی کے مظالم اور مرسی اور مصری عوام کی مظلومیت سے دنیا کو باخبر کیا۔ اس حوالے سے بڑے بڑے دانش وروں کے تجزیے نشر کیے۔

بات صرف ان خاص حالات تک محدود نہ تھی، بلکہ قطر بہت پہلے سے اخوان المسلمون اور حماس کی حمایت کرتا آیا ہے۔ ان دونوں تنظیموں کے کچھ اہم رہنماؤں کو پناہ بھی دے رکھی ہے۔ حالانکہ تمام تر خلیجی ممالک اور خصوصاً مصر حماس اور اخوان المسلمون، دونوں کو دشمن کی نظر سے دیکھتا اور انہیں دہشت گرد تنظیمیں سمجھتا ہے۔ عالمی امور کے ماہرین کا کہنا ہے کہ شیخ تمیم کو اقتدار ملنے کے بعد انہوں

نے قطر کے حوالے سے ایک خصوصی پالیسی بنائی ہے۔ انہیں توقع تھی کہ قطر مشرق وسطی میں سوئس کی طرح ایک آزاد ملک رہے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹا ملک ہونے کے باوجود خطے کے تمام معاملات میں اسے نمائندگی حاصل رہے گی۔ 'الجزیرہ ٹی وی' امریکی ٹی وی سی این این کے طرز بنایا گیا ایسا چینل ہے، جو عربی اور انگلش کے علاوہ دیگر کئی زبانوں میں نشریات پیش کرتا ہے۔ ایسا کون سا چینل ہوگا، جس تک اس چینل کی رسائی نہ ہو۔ اس لیے اس کی نشریات کے عرب دنیا پر بہت اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں۔ آزاد صحافت کا جو مقام اس ٹی وی چینل نے حاصل کیا ہے، عرب دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جب مصر میں اخوان المسلمون کی حکومت کے قیام اور خاتمے کے وقت اس چینل نے جو کردار ادا کیا اور جتنی توجہ دی، اس پر مصری حکومت اس ٹی وی کی بہت مخالف ہوگئی۔ حتی کہ اس چینل پر بغاوت اور حکومت کی تباہی کا الزام لگایا گیا۔ اسی طرح جب تیل کی قیمتیں کم ہونے لگیں تو ٹی وی چینل کے مبصرین کی جانب سے سعودی شاہی خاندان پر شدید تنقید کی گئی۔ یہ بات بہت عام کی گئی کہ اب ریاست ہائے متحدہ عرب امارات، کویت اور سعودی جیسے ممالک کی تباہی کا وقت قریب آ چکا ہے، جو ان ممالک کی شدید ناراضگی کا سبب بنا۔ ایسے الزامات اور الزامات کے نتیجے میں سعودی اتحادیوں کی جانب سے سامنے آنے والا بائیکاٹ اگرچہ قطر کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔ خدشات سے بھرپور اور خطرناک ہے، مگر یہ اچھا ہوا کہ قطر نے ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے اس کے مقابلے میں شدید رد عمل دکھایا اور نہ ایسا کوئی اقدام کیا ہے، جو مزید خدشات، لفظی تنازعات اور جنگ کا باعث بنتا۔ قطر کے وزیر خارجہ نے اتنا کہا کہ ان پر لگائے گئے الزامات سمجھ سے بالاتر ہیں۔

ترکی کے صدر طیب اردگان اور کویت کے امیر شیخ جابر الصباح نے دونوں جانب صلح اور مذاکرات کے ذریعے مسائل کے حل کے لیے کوششیں کیں، مگر اس کا فوری کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ ابھی تک کے حالات یہ ہیں کہ سعودی عرب کی جانب سے پیش کردہ تمام شرائط قطر نے رد کر دی ہیں، جس کے جواب میں سعودیہ نے کہا ہے کہ پابندی مزید جاری رہے گی۔ اگرچہ امریکی صدر ٹرمپ نے قطر کے خلاف سعودی اتحادیوں کے عمل کی تعریف کی ہے اور پوری صراحت سے کہا ہے کہ یہ ان کے سعودی دورے کے اثرات ہیں۔ کیوں کہ وہاں دہشت گردی کے سپورٹر ممالک کے خلاف کچھ اقدامات کا تذکرہ کیا گیا تھا، مگر بعد میں امریکا نے نسبتاً احتیاط کا راستہ اپنایا اور ڈونلڈ ٹرمپ نے کہا کہ خلیجی ممالک اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے مسائل مذاکرات کے ذریعے حل کریں۔ یاد رہے برطانیہ سے آزاد ہونے کے بعد خطے میں اپنی موجودگی کے لیے امریکا نے قطر کے تحفظ اور سالمیت کے نام پر قطر میں 'العدید' نامی جگہ میں اپنا فوجی اڈہ بنایا، جو اب تک قائم ہے۔ یہ پورے مشرق وسطی کی سطح پر امریکا کا سب سے بڑا فوجی اڈہ ہے، جس میں 10 ہزار تک امریکی فوجی موجود ہیں۔ مشرق وسطی سے جنوبی ایشیا تک تمام عسکری آپریشنوں میں اسی اڈے کے فوجی شرکت کرتے ہیں۔ افغانستان پر جارحیت کے دوران اسی اڈے سے بڑے بڑے طیاروں کے ذریعے اسلحہ اور دیگر وسائل لائے گئے۔ کہا جاتا ہے دوسری جنگ عظیم کے بعد یہ سب سے بڑا فوجی مرکز ہے، جہاں سے فضائی ذرائع سے سب سے زیادہ اسلحہ منتقل کیا گیا۔ حالیہ بحران کے موقع پر بھی امریکا نے قطر کی میزبانی کا شکریہ ادا کیا ہے۔ قطر سے ہونے والا بائیکاٹ صرف ایک وقتی اقدام نہیں ہے، بلکہ یہ خطے میں استعماری قوتوں کی جانب سے ایک نئے خطرناک منصوبے کا آغاز ہے۔

جس طرح پہلی جنگ عظیم کے فوراً بعد خلافت عثمانیہ کے خاتمے پر مشرق وسطی میں اپنا اثر و نفوذ بڑھانے کے لیے استعماری طاقتوں کی ساری توجہ مشرق وسطی پر تھی۔ یہاں عربوں اور ترکوں کے درمیان تعصبات پیدا کیے گئے۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی عظمت، عزت اور طاقت، وحدت اور اجتماعیت کا آخری مینار بھی گر گیا۔ وہ خلافت مختلف ناموں سے چھوٹے اور بڑے ممالک میں تبدیل ہوگئی۔ ان ملکوں میں شاہوں اور شیخوں کے لباس میں استعماری طاقتوں کے وفادار کٹھ پتلی حکمران بٹھا دیے گئے۔ یہ بات یقینی بنائی گئی کہ مسلمان پھر کبھی ایک نہ ہو سکیں۔ اس جغرافیائی انتشار کے بعد مسلمانوں میں فکری انتشار پیدا کرنے کے لیے کام کیا گیا۔ ترکوں کے خلاف عربوں کو عرب قومیت کا لالی پاپ دیا گیا۔ اسی بنیاد پر بعث پارٹی کی بنیاد پڑی تو الحادی افکار کو پھیلانے، حقیقی اسلام سے مسلمانوں کو دور کرنے اور اسلام کے نام پر مسلمانوں کو جمع کرنے سے روکنے کے لیے اعلانیہ کام کا آغاز ہوگیا۔ اس کے بعد مشرق وسطی میں شیعہ سنی اختلاف کی بنیاد پر دشمنیوں کا آغاز کرنے کے لیے عراق اور ایران کے درمیان جنگ کی فضا بنائی گئی۔ جس کے اثرات آج یمن سے ہوتے ہوئے شام تک جا پہنچے ہیں۔ مغرب کی پالیسی یہ رہی ہے کہ بظاہر یا خفیہ طور پر ایک فریق کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا کر دوسرے فریق کو خوف کا شکار کیا جاتا ہے۔ گزشتہ ڈیڑھ عشرے سے ایران اور اس کی ہم فکر قوتوں کو

پورے خطے میں آزادانہ کارروائیوں کا موقع دیا گیا، جس کی وجہ سے یمن سے شام تک خونی جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔

دوسری جانب امریکا اور مغربی مقتدر حلقوں نے ایران کے ایٹمی اسلحے کے کشیدہ موضوع کے حوالے سے اوباما کو پٹیاں پڑھائیں۔ جس کی وجہ سے ایران شدید غلط فہمی کا شکار یہ زعم کرنے لگا کہ امریکا جیسا سپر پاور بھی اس کے آگے جھک جانے پر مجبور ہو گیا ہے۔ مگر جیسے ہی اوباما کی حکومت ختم ہوئی تو سب کو معلوم ہو گیا کہ ایران سے ہونے والا بظاہر معاہدہ در حقیقت ایک سراب تھا، جو ٹرمپ کی طوفانی آمد کے ساتھ ہی ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ چوں کہ ایران کو خطے میں اثر ورسوخ بڑھانے کا موقع دیے جانے پر اس کا نفوذ لبنان کے بعد عراق، یمن اور شام تک پہنچ گیا۔ ایران کی ملیشیا خود اس جنگ میں ملوث ہو گئی۔ ایران کے وفاداروں نے یہیں سے خطے کے ممالک کو دھمکانا شروع کیا تو سعودیہ سمیت تمام سنی عرب ممالک نے ایران کو 'خطرہ نمبر ایک' باور کر کے یہ سوچ اپنائی کہ اسرائیل سے زیادہ بڑا خطرہ ایران ہے۔ اسی نکتۂ نظر سے اسلحہ خریدا جانے لگا۔ امریکا سے دوستی اور قربت بھی اسی لیے ہے۔ اب ایران کو بھی یہ یقین ہونے لگا ہے کہ عربوں کا اصل دشمن اسرائیل نہیں، ایران ہے۔ ٹرمپ ریاض میں کھڑا ہو کر ایران کو سب سے بڑا خطرہ قرار دیتا ہے۔ یہ اسی دجالی کھیل کا حصہ ہے۔ قابل غور بات ہے کہ ٹرمپ یہ بات واشنگٹن کے اسٹیج پر کیوں نہیں کہتا؟

دوسری جانب امریکا اور مغربی مقتدر حلقوں نے ایران کے ایٹمی اسلحے کے کشیدہ موضوع کے حوالے سے اوباما کو پٹیاں پڑھائیں۔ جس کی وجہ سے ایران شدید غلط فہمی کا شکار یہ زعم کرنے لگا کہ امریکا جیسا سپر پاور بھی اس کے آگے جھک جانے پر مجبور ہو گیا ہے۔ مگر جیسے ہی اوباما کی حکومت ختم ہوئی تو سب کو معلوم ہو گیا کہ ایران سے ہونے والا بظاہر معاہدہ در حقیقت ایک سراب تھا، جو ٹرمپ کی طوفانی آمد کے ساتھ ہی ہوا میں تحلیل ہو گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مغربی قوتیں گریٹر اسرائیل کو وجود دلانا چاہتی ہیں۔ عرب دنیا کے ہنگاموں، خانہ جنگیوں اور نظاموں کی تباہی نے عرب دنیا کو اس قدر بے بس کر دیا ہے کہ وہ اب اسرائیل کی کسی جارحیت یا قبضے کے خلاف سر اٹھا نہیں سکتے۔ اسرائیل کی مخالفت کی باتیں بہت پیچھے چلی گئی ہیں۔ اب کوششیں جاری ہیں کہ سعودیہ سمیت پوری عرب دنیا اسرائیل کو باقاعدہ تسلیم کرلے۔ فلسطینی مسلمانوں کی غصب شدہ زمینوں، مشرقی بیت المقدس اور غرب اردن میں 1967 سے اب تک 140 چھوٹے شہر بن چکے ہیں، جن میں بیرون دنیا سے لائے گئے 6 ہزار یہودی رہ رہے ہیں۔ اقوام متحدہ یہ ساری بستیاں غیر قانونی قرار دیتا ہے۔ ان کے وجود کو اسرائیل اور فلسطین کے درمیان امن کی راہ میں رکاوٹ قرار دیا گیا ہے۔ چوں کہ اسرائیل کی پشت پر امریکا کے ہونے کی وجہ سے اسرائیل نے اقوام متحدہ یا دیگر دنیا کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ وہ بھرپور قوت سے فلسطینیوں کو اپنے گھروں سے نکالنے، ان کی زمینیں غصب کرنے اور مزاحمت کی صورت میں ان کو قتل کرنے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔

ٹرمپ پوری وضاحت کے ساتھ اسرائیل کے حالیہ غصب کی تائید کرتا ہے۔ چوں کہ اسرائیل اپنے منصوبے کے مطابق مقبوضہ بیت المقدس کو اپنا دارالحکومت بنانا چاہتا ہے، اس لیے امریکا سے اس کا مطالبہ ہے کہ وہ اپنا سفارت خانہ یہاں منتقل کر لے۔ ٹرمپ نے اسرائیل کے اس مطالبے کو قبول کرنے کا اشارہ دیا ہے۔ ٹرمپ نے یہ بھی کہا ہے کہ مشرقی بیت المقدس اور غرب اردن میں بنائے گئے گھر فریقین کے درمیان امن کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہیں، بلکہ نئے مکانات کی تعمیر امن کی راہ میں رکاوٹ ہوگی۔ اسرائیل بارے ٹرمپ کی اس پالیسی پر عرب دنیا کی مکمل خاموشی اس بات کی دلیل ہے کہ عرب دنیا فلسطین کے مسئلے، آزاد فلسطینی حکومت کے قیام اور قبلہ اول کی آزادی کے حوالے سے لاتعلق ہو چکے ہیں۔ اسی لیے اسرائیل نے قطر کے خلاف عرب ممالک کے بائیکاٹ کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ 'اب دہشت گردی کے خلاف ایسا بڑا اتحاد بنانے کا وقت آ پہنچا ہے، جس کا حصہ اسرائیل بھی بن سکتا ہے۔

یہ انتہائی خطرناک بات ہے۔ اسرائیل کے وجود سے آج تک اسرائیل کی جانب ایسی کوئی امید سامنے نہیں آئی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اسرائیل کے ان خطرناک ارادوں کے خلاف عرب دنیا خاموش ہے۔ حالانکہ یہ پوری عالم اسلام کے لیے تشویش کی بات ہے۔ عرب ممالک کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اسرائیل کو تسلیم کرنا، اس کی قربت، فلسطین کی قیمت پر سودا یا اس حوالے سے کمزور مؤقف دکھانا ان کی بہت بڑی بدنامی کا باعث ہوگا۔ پورے عالم اسلام میں عربوں کی حیثیت خاک میں مل جائے گی۔ جب مشرق وسطی سمیت اسلامی دنیا کے کئی ممالک میں جاری جنگوں کے باعث مسلمانوں کو بڑے نقصانات کا سامنا ہے۔ اسلامی دنیا مزید جنگوں کا تحمل بالکل نہیں رکھتی۔ اگر مشرق وسطی میں ایسی جنگ کھڑی ہو جائے، جس میں ایران اور سعودیہ ایک دوسرے کے مقابل ہوں، اس سے مشرق وسطی سمیت پوری اسلامی دنیا بڑی تباہی کا شکار ہوگی۔ اس سے استعماری طاقتوں کے منحوس منصوبے پورے ہوں گے۔

معذرت اور ریفرنڈم...!

موسیٰ فرہاد

شاید آپ حیران ہوں کہ یہ کیسا عنوان ہے؟ ممکن ہے کہ آپ کا ذہن کسی افسانے یا کہانی کی طرف چلا جائے۔ یہ ایک حقیقت اور سچی بات ہے۔ ایک معذرت ہے۔ ایک امریکی پارلیمنٹ رکن نے ایک فوجی کی لاش کے باعث معافی مانگی اور کہا کہ 'یا اللہ! مجھے چودہ سال قبل کی غلطی معاف کر دے۔ 'معافی' کی کہانی ذیلی سطور میں پڑھیں۔

ایک ریفرنڈم ہوا کہ مجاہدین کے خلاف لڑنے والے امریکی فوجیوں کے شرٹس میں بٹن ہونا چاہیے یا زنجیر؟ شرم ناک سروے کے نتائج اور اس پر سپر پاور فوج کی مضحکہ خیز حکمت عملی ملاحظہ فرمائیں۔ امریکی کانگریس کے دو ارکان 'ولٹر بی جونز' اور 'جون گرام اینڈی' نے کچھ عرصہ قبل کانگرنس کی عمارت کے سامنے ایک پریس کانفرنس کی، جس میں انہوں نے کانگریس کی جانب سے قانونی ترمیم کے لیے کی جانے والی کوششوں کے حوالے سے کہا کہ 'آئندہ افغانستان میں ان کے فوجی آپریشن پر ان کے اخراجات کم ہو جائیں گے۔' کانگریس کے رکن ولٹر بی جونز نے کہا:

'مَیں نے جنگ کے حق میں اپنی رائے دی تھی، جس پر مَیں اللہ سے معافی چاہتا ہوں۔ چودہ سال بعد مَیں اپنی اس رائے پر بہت نادم ہوں، جو مَیں نے جنگ کے حق میں صدر بش کو ووٹ دیا تھا۔'

انہوں نے جنگ کے دوران ہلاک ہونے والے ایک سپاہی مائیکل کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: 'میرا یہ پہلا جنازہ ہے جس نے مجھے اپنی غلطی کا احساس دلاتے ہوئے یہ بات سوچنے پر مجبور کیا کہ مَیں نے کتنا غلط فیصلہ کیا تھا!'

مائیکل بیٹز 23 مارچ 2003 میں عراق میں ایک ایسے وقت ہلاک ہوا، جب ایک ماہ قبل اِن کے دو بچوں کی پیدائش ہوئی تھی۔ وہ اپنے بچوں کو دیکھنے سے پہلے ہی اس دنیا سے فارغ ہو گئے۔

جونز گرام اینڈی ریپبلکن پارٹی کے رکن اور کانگریس میں شمالی کیرولینا کی نمائندگی کرتے ہیں۔ انہوں نے مذکورہ سپاہی کے جنازے میں شرکت کرنے کے بعد بتایا کہ 'مَیں وہ منظر کبھی نہیں بھول سکتا، جب مائیکل بیٹز کی اہلیہ نے مجھے کیسے دُکھ بھرے انداز میں وہ داستان سنائی تھی، جو انہیں اپنے شوہر کی جانب سے ایک خط میں موصول ہوئی تھی۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ وہاں کھڑے لوگوں میں سے کسی کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز نہ ہوئی ہوں۔' جونز نے کہا کہ مائیکل کی اہلیہ نے آخر میں اپنے شوہر کو بطورِ خطاب کہا: 'شاید مَیں آپ کو اس سرزمین پر پھر کبھی نہ دیکھ سکوں، مگر ایک اَور دنیا میں.... مائیکل بیٹز! آپ کا شکریہ'

مسٹر جونز نے کانگریس کے سامنے تصاویر کی ایک طویل فہرست آویزاں کی تھی، جس میں ہلاک ہونے والے 568 سے زائد فوجیوں کی تصاویر تھیں۔ یہ فوجی 'لیجیون' نامی ایک فوجی کیمپ میں ڈیوٹی انجام دیتے تھے۔ یہ سب ولٹر جونز کے علاقے کے باشندے تھے، جو عراق اور افغانستان کی جنگ میں مارے گئے تھے۔

ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک شخص رقص کے مقابلے میں ہار گیا۔ وہ اپنی شکست کو جواز فراہم کرنے کے لیے کہا کرتا تھا کہ 'وہ میدان ہموار نہیں تھا۔' USA Today اخبار نے لکھا ہے کہ جب امریکی فوجیوں سے پوچھا گیا کہ 'وہ افغانستان میں طالبان (مجاہدین) کا مقابلہ کیوں نہیں کر سکتے؟' اس کے جواب میں اکثر فوجیوں کا کہنا تھا کہ 'ہماری پتلونوں کی زنجیریں پہلے سے خراب ہوتی ہیں یا یہاں دھول اور مٹی سے زنگ آلود ہو کر قابلِ استعمال نہیں رہتی ہیں۔ اس لیے ہم پتلون اور اس کی جیب مضبوط نہیں باندھ سکتے۔ کیوں کہ پتلون کی زنجیر کھُلتے اور بند ہوتے ہوئے اونچی آواز نکالتی ہے۔ جب ہم پتلون بند کرتے اور کھولتے ہیں تو طالبان (مجاہدین) کو ہمارے مقام کا پتا چل جاتا ہے۔ پھر وہ (مجاہدین) اسی مقام پر فائرنگ کر دیتے ہیں۔'

اسی وجہ سے امریکی فوج نے 2007 میں ایک ریفرنڈم کیا۔ ریفرنڈم میں بہت سے فوجیوں نے پتلون میں بٹن کا استعمال بہتر قرار دیا تھا۔ جب کہ صرف 11 فیصد فوجیوں نے زنجیر کے حق میں ووٹ دیا تھا۔ اس کے بعد امریکی فوج نے فیصلہ کیا کہ افغانستان میں اپنے فوجیوں کی شرٹس اور پتلون میں زنجیر کی جگہ بٹن لگوائے جائیں۔

افغان جنگ ناقابل فتح ہے

ذوالکلام

افغانستان ان درویشوں کی سرزمین ہے، جنھوں نے یکے بعد دیگرے دو غاصبوں کو شکستِ فاش دی ہے۔ سویت یونین کو بکھیرا۔ اب امریکا کا غرور خاک میں ملنے کے دن ہیں۔ امریکا نے جس غرور و نخوت کے ساتھ افغانستان پر چڑھائی کرتے ہوئے جو عزائم ظاہر کیے تھے، ان سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا کر یہاں سے مشرقی روایات کا جنازہ نکال دے گا۔ یہ یقین کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ مجاہدین پھر سے اپنی پوزیشن سنبھال سکیں گے یا نہیں، لیکن الحمدللہ مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے وہ ثبات عطا کیا، جس سے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہوگئی۔ دشمن پر ان کا ایسا رعب بٹھایا، جس سے اس کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ وہ خود اعتراف پر مجبور ہے کہ افغان جنگ ناقابل فتح اور مجاہدین ناقابل تسخیر ہیں۔ یہ اعتراف کئی مرتبہ کیا جا چکا ہے۔

لورل میلر پاکستان اور افغانستان کے لیے امریکا کے سابق ایلچی ہیں۔ وہ جون میں اپنی ذمہ داریاں پوری کر کے امریکا منتقل ہو گئے ہیں۔ ایک امریکی ویب سائیٹ 'xox media' نے حال ہی میں ان کا انٹرویو کیا، جو مختلف سائیٹس پر شائع ہوا۔

میلر سے سوال کیا گیا کہ یہ طویل عرصے سے جاری جنگ ہم جیت سکتے ہیں؟ میلر نے وضاحت کے ساتھ جواب دیا کہ 'اس جنگ کے جیتنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ یہ نہایت پیچیدہ جنگ ہے۔ افغانستان کی سیاست کے حوالے سے کافی ساری شکایتیں حقیقت پر مبنی ہیں، جن پر بات کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ وہاں اختلافی عوامل بھی کافی سارے ہیں۔ صلح کی کوششوں کی ہر ممکن حوصلہ افزائی ہونی چاہیے، لیکن بدقسمتی سے صلح ہوتی نظر نہیں آرہی۔

اندازہ لگائیے یہ کسی عام تجزیہ نگار کے الفاظ نہیں، بلکہ خصوصی ایلچی کے خیالات ہیں۔ اِنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایک طرف جنگ کو ناقابل فتح قرار دیتے ہوئے دوسری طرف صلح کے لیے اپنی بے چینی ظاہر کر رہے ہیں۔ جب کہ صلح کی کوششوں کی مفقود ہونے کی وجہ سے افسوس بھی کرتے ہیں۔ اس سے پتا لگانا مشکل نہیں کہ افغانستان کے حوالے سے ان کے عزائم کتنے متزلزل ہیں۔ ایک لمحے کے لیے نائن الیون کے بعد امریکا اور یورپ کے غرور سے بھرے بیانات کو سامنے رکھیے اور دوسری طرف حالیہ بیانات کا جائزہ لیں تو امریکا و یورپ کی بے چینی اور طاقت کے ذریعے مسائل کے حل نہ ہونے کے پرانے مؤقف کی طرف رجوع ظاہر ہے۔

یہ اعترافات پہلی مرتبہ نہیں کیے جا رہے، بلکہ اس سے پہلے بھی کئی دفعہ یہی اعتراف ہو چکے ہیں۔ امریکی افواج مجاہدین کے سامنے بے بس ہیں۔ امریکی سینیٹ کے اراکین کے سامنے جنرل نکلسن نے اپنی تقریر میں کہا: 'مَیں سمجھتا ہوں کہ افغانستان میں امریکا اس حالت میں ہے کہ نہ جنگ جیت سکتا ہے اور نہ ہی اسے چھوڑ سکتا ہے۔' جنرل نکلسن کے مطابق اس حالت سے نکلنے کی واحد راہ یہ ہے افغان افواج کو ٹریننگ دے کر اسے جنگ کے قابل بنایا جائے۔ ایک امریکی سینیٹر نے موصوف سے پوچھا کہ کیا آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ 'طالبان' نے پچھلے سال کی نسبت زیادہ ترقی کی ہے۔ وہ افغانستان کے 15 فیصد علاقوں پر اپنا کنٹرول قائم کر چکے ہیں؟ امریکی جنرل نے کہا کہ 'جی ہاں! مَیں اس حقیقت سے متفق ہوں۔ اور مزید یہ کہ افغانستان میں افواج کی کمی ہے۔ چند ہزار کی مزید ضرورت ہے، تاکہ افغان افواج کو ٹریننگ دے کر اسے اچھی طرح تیار کیا جا سکے۔ اپنے نمائندوں کے ان واضح اور دوٹوک اعترافات کے بعد پینٹا گون کو اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرنی چاہیے، تاکہ اپنی افواج کو مزید موت و ہلاکت کے غار میں جانے سے بچایا جا سکے۔

انسانی حقوق کا چارٹر اور عالمی سامراج

ملا محمود

یہ حقیقت ہے کہ اقوام متحدہ اسلامی دنیا کے خلاف ایک منظم محاذ ہے۔ اقوام متحدہ سے وابستہ کوئی بھی غیر مسلم ملک جب بھی کسی اسلامی ملک پر چڑھائی کا ارادہ کرتا ہے تو اقوام متحدہ کی منظوری سے وہ سب کچھ کر ڈالتا ہے، جس کا ایک مہذب معاشرے میں تصور بھی محال ہے۔ انسانیت کی نسل کُشی، آبادیاں تباہ کرنا اور اخلاقیات کا جنازہ نکالنے سمیت تہذیبی و تمدنی نقوش تک مٹا دیے جاتے ہیں۔ جمہوریت پر ایمان رکھنے والوں کے لیے ایسا سب حلال ہے۔ اس کے باوجود وہ انسانی حقوق کے چیمپئن ہیں۔ اقوام متحدہ کے انسانی کے چارٹر کے کچھ نکات بالکل متفق علیہ اور مسلمہ ہیں۔ اُن کے ساتھ امارت اسلامیہ سمیت دنیا کا کوئی ملک اختلاف نہیں کرتا، لیکن بدقسمتی سے اقوام متحدہ میں شریک ممالک خود ہی ان اصولوں کی دھجیاں اڑاتے رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے دنیا میں کشت و خون کا سلسلہ گویا اقوام متحدہ ہی کی وجہ سے ہے۔ ہم ذیل میں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کی تمام دفعات کا تفصیلی جائزہ پیش کر کے بین السطور میں مختصر تبصرہ بھی پیش کریں گے۔ جس کا فیصلہ حقیقت پسند قارئین پر چھوڑتے ہیں، تاکہ وہ کھرے اور کھوٹے میں خود تمیز کر سکیں۔

1) تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انہیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ اس لیے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

☆یہ عین اسلامی اصول ہے۔ جس پر بلا تفریق مذہب و مسلک سب کا اتفاق ہے۔ جب کہ ہمارا مطالبہ یہی ہے کہ انہی اصولوں پر عمل درآمد کیا جائے، تاکہ دنیا میں امن و سلامتی کا بول بالا ہو۔ المیہ یہ ہے کہ خود اقوام متحدہ اس اصول کے پرخچے اڑا رہا ہے۔

2) ہر شخص اُن تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے، جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق یا کسی قسم کے عقیدے، قوم، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

☆ان آزادیوں پر سوائے سامراجی ذہنیت کے کوئی بھی قوت اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ یہی ذہنیت سب خرابیوں کی جڑ ہے۔ یہی انسانی آزادی پر قدغن لگاتی ہے۔

3) ہر شخص کو اپنی جان اور ذاتی تحفظ کا حق حاصل ہے۔

☆ایک ہاتھ سے گُڑ کھلانے اور دوسرے ہاتھ سے تھپڑ مارنے والی بات ہے۔ ایک معمولی سوچ وبچار کا حامل شخص بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کو اس وقت اپنی جان و مال کا خطرہ سب سے زیادہ امریکی سامراج سے ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ امریکا کو اقوام متحدہ کی سرپرستی حاصل ہے۔ یوں اقوام متحدہ کے اصول انہی کے طرزِ عمل سے بکھر گئے۔

4) کوئی شخص غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی چاہے کسی بھی شکل میں ہو، ممنوع ہے۔

☆آئے روز میڈیا کی زینت بننے والی خبروں کے مطابق اسلامی ممالک کی خواتین کو مغربی ممالک میں لونڈیاں بنا کر رکھا جاتا ہے۔ ان کی خرید و فروخت سرعام ہوتی ہے۔ کیا یہ اقوام متحدہ کو نظر نہیں آتا۔ کیا یہ قوانین صرف اسلامی ممالک کے لیے ہیں؟

5) کسی شخص کو جسمانی اذیت، سزا نہیں دی جا سکتی۔ اس کے ساتھ ظالمانہ انسانیت سوز سلوک روا نہیں رکھا جا سکتا۔

☆گوانتاناموبے اور ابوغُریب سمیت تمام ایسے عقوبت خانے اس دفعہ سے مستثنٰی ہیں؟ ان میں زندہ انسانوں کے ناک کان کاٹنا اور زبان کھینچ لینا، آنکھیں نکال دینا سب جائز ہے؟ یہ سزائیں مسلمانوں کو کیوں دی جاتی ہیں؟ مسلمان تو اقوام متحدہ

کے نزدیک انسانیت کے دائرے سے بھی باہر ہیں۔ اسی لیے ان سب جرائم پر چپ سادھ لی گئی ہے۔

6) ہر شخص کا حق ہے کہ ہر مقام پر قانون اس کی شخصیت کو تسلیم کرے۔

☆پہلے یہ طے کر لیا جائے کہ اقوام متحدہ اور امریکا کی نظر میں قانون کیا ہے؟ اگر قانون ہی انسانیت کی تذلیل پر مبنی ہے تو پھر اقوام متحدہ اور مغربی دنیا ٹھیک کر رہی ہے، لیکن اگر انسانیت کے احترام اور عزت و وقار کی وہ تعریف مراد ہے، جو دنیا کی تمام اقوام میں مسلّم ہے تو پھر اقوام متحدہ اور مغربی دنیا کی دورنگی کے لیے یہی کافی ہے۔

7) قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کے خلاف جو تفریق کے لیے ترغیب دی جائے، اس سے سب برابر کے بچاؤ کے حق دار ہیں۔

☆قتل کوئی بھی کرے، وہ جرم ہے۔ اسلام نے بلا تفریق اسے پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ پچھلے سولہ سالوں سے اقوام متحدہ کی سرپرستی میں امریکا اور مغربی ممالک افغانستان میں قتل و غارت گری کا جو سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں، وہ قانون کی نظر میں جائز ہے، لیکن افغان عوام اپنے دفاع کے لیے بندوق اٹھا لیں تو یہ دہشت گردی کیسے بن جاتی ہے؟

8) ہر شخص کو ان افعال کے خلاف، جو اس دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کو تلف کرتے ہیں، بااختیار قومی عدالتوں سے مؤثر طریقے پر چارہ جوئی کرنے کا پورا حق ہے۔

☆ان قوانین کی اقوام متحدہ کی سرپرستی میں سب سے زیادہ امریکا اور مغربی ممالک خلاف ورزی کرتے ہیں۔ بنیادی انسانی حقوق کو بھی سب سے زیادہ یہی ممالک تلف کرتے ہیں۔ بتایا جائے کہ اقوام متحدہ اور اس کی چھتری میں پناہ لیے مغربی ممالک کے خلاف کس عدالت میں جائیں کہ وہاں سے مکمل انصاف ملنے کی توقع ہو؟

کسی شخص کو محض حاکم کی مرضی پر گرفتار، نظر بند یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

☆امریکی عقوبت خانوں میں قید جن مسلمانوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا جاتا ہے، وہ کس جرم کی پاداش میں قید ہیں؟ سوائے اس کے کہ ان کی گرفتاری امریکی سرکار کی خواہشات کے نتیجے میں عمل میں لائی گئی ہے۔ حال یہ ہے کہ ان سب قیدیوں پر ایک بھی معقول مقدمہ نہیں ہے۔

ہر ایک شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کا تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے بارے میں مقدمہ کی سماعت آزاد اور غیر جانب دار عدالت کے کھلے اجلاس میں منصفانہ طریقے پر ہو۔

☆جن مجاہدین کو اپنی سرزمین کے دفاع کے جرم میں اٹھا کر لے جاتے ہیں، ان کے مقدمات کی سماعت کون سی عدالت میں ہو رہی ہے؟ اقوام متحدہ ذرا اس کی تفصیلات بتائے۔

ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری کا الزام عائد کیا جائے، بے گناہ قرار دیے جانے کا حق ہے۔ تاوقت یہ کہ اُس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ کیا جائے۔ اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع نہ دیا جا چکا ہو۔

☆کیا دہشت گردی کے الزام میں پکڑے جانے والے مجاہدین کو اپنی صفائی کا موقع دیا جاتا ہے؟ ہمیں تو معلوم نہیں ہے۔ نہ ہی میڈیا میں اس حوالے سے کوئی خبر ملی ہے۔ اقوام متحدہ آگاہ کرے۔

کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھربار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے گی۔ نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کا حق ہے کہ قانون اسے حملے یا مداخلت سے محفوظ رکھے۔

☆ہر شخص کی نجی اور خانگی زندگی ایک حد تک تو محفوظ تھی، لیکن جب سے اقوام متحدہ کا وجود عمل میں لایا گیا ہے، تاریخ سے ثابت ہے کہ ہر اس شخص کی نجی اور خانگی زندگی اسی وقت تباہ و برباد ہو گئی تھی، جو امریکی اور مغربی ممالک کے شرم ناک عزائم کی راہ میں مزاحم ہے۔ اس کی عزت و ناموس پر حملے کر کے اسے ذلیل کرنے کی تدبیریں کی جاتی ہیں۔

ہر شخص کا حق ہے کہ اسے ہر ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور سکونت اختیار کرنے کی آزادی ہو۔

☆یہ آزادی ان ممالک میں حاصل تھی، جو اقوام متحدہ کی دست برد سے آزاد تھے۔ جب سے وہی ممالک اقوام متحدہ کی چھتری تلے آئے ہیں، تب سے ان ممالک میں خوف کی فضا قائم ہے۔

ہر شخص کو ایذا رسانی سے دوسرے ملکوں میں پناہ ڈھونڈنے اور پناہ مل جائے تو اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

☆اسامہ بن لادنؒ اور شیخ ایمن الظواہری سمیت ان سب مجاہدین رہنماؤں کو یہ حق کیوں حاصل نہیں ہے۔ معلوم ہوا یہ قوانین اور یہ رعایتیں صرف گوروں کے لیے ہیں۔ مسلمان ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ شاید وہ انسانیت کے ٹھیکیداروں کے ہاں انسان ہی نہیں ہیں!

جاری ہے

اختلافات کی شکار حکومت

محمد ولید

2014 کے آخر میں نیٹو نے افغانستان میں اپنا فوجی مشن ختم کیا۔ امریکا کے اتحادی ممالک نے بڑی تعداد میں افغانستان سے اپنے فوجیوں کو واپس بلالیا، جب کہ کچھ ممالک نے سابق فوجیوں کے بدلے تازہ دم دستے تعینات کیے، تاکہ وہ مجاہدین کے خلاف مسلح جدوجہد میں بھی حصہ لیں اور ساتھ ہی ساتھ افغان سکیورٹی فورسز کی تربیت کی ذمہ داریاں بھی ادا کریں۔

نیٹو فوجی مشن کے اختتام کے ساتھ ہی مجاہدین ایک بار پھر ماضی کی طرح مضبوط ہوگئے۔ کٹھ پتلی حکومت کے خلاف کارروائیاں تیز ہوگئیں۔ افغانستان کے مختلف حصوں میں کئی علاقوں پر دوبارہ کنٹرول قائم کرلیا گیا، جس سے سرکاری فورسز کے لیے مشکلات پیدا ہوگئیں۔ نیٹو فوجی مشن ختم کرنے کا فیصلہ کرتے وقت یہ شیڈول طے کیا گیا تھا کہ 2016 کے آخر تک افغانستان سے تمام غیر ملکی فوجوں کا انخلا یقینی بنایا جائے گا۔ چند ہزار محدود فوجیوں کو صرف امریکی سفارت خانے اور فوجی اڈوں تک محدود رکھا جائے گا، مگر جب امریکا کے صدارتی الیکشن میں ٹرمپ کامیاب ہوئے تو افغانستان میں بدامنی اور مخلوط افغان حکومت کے درمیان ایک بار پھر اختلافات عروج پر پہنچ گئے، جس سے امریکی حکام پریشان ہوئے اور نیٹو فوجی مشن کے اختتام کا فیصلہ سنگین غلطی قرار دے دیا۔

واضح رہے افغانستان گزشتہ چند سالوں کے مقابلے میں زیادہ عدم استحکام کا شکار ہوا ہے اور کرپشن میں بھی ریکارڈ اضافہ دیکھا جارہا ہے۔ حکومتی رہنماؤں کے مابین اختلافات شدت اختیار کرگئے ہیں۔ مرکزی حکومت کے خلاف نیا اتحاد قائم ہوا ہے، جو ہر روز حکومت سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کررہا ہے۔ خاص طور پر کابل میں مظاہرے ہورہے ہیں اور حکومت کے خلاف ریلیاں نکالی جارہی ہیں۔ حکومت کی نااہلی اور کرپشن پر شدید تنقید کی جارہی ہے۔ یقینی طور پر مخلوط حکومت اس وقت شدید مشکلات سے دوچار ہے۔ ایک طرف وہ مجاہدین کے ساتھ شدید لڑائی میں مصروف ہے اور دوسری جانب حکومت کے درمیان شدید اختلافات پائے جاتے ہیں، جب کہ امریکا نے بھی اس کو نظر انداز کردیا ہے۔

کابل حکومت کا خیال ہے کہ افغانستان میں غیر ملکی افواج کی تعداد بڑھانے سے مسائل حل ہوسکتے ہیں۔ دوسری طرف امریکی کانگریس میں مزید فوجیوں کی تعیناتی پر شدید اختلافات جاری ہیں اور نیٹو کا سربراہی اجلاس بھی بغیر کسی نتیجے کے ختم ہوگیا تھا۔ ہم سمجھتے ہیں غیر ملکی فوج کی تعداد میں اضافے سے جان بلب حکومت کو درپیش مسائل حل نہیں ہوسکتے، بلکہ مشکلات اور مسائل میں مزید اضافہ ہوگا۔ بربادی، بدامنی اور ہلاکتوں میں اضافہ ہوگا۔ کیونکہ دوستم، عطا محمد نور، صلاح الدین ربانی اور محقق کو بھی بین الاقوامی قوتوں کی حمایت اور آشیر باد حاصل ہے۔ ان قوتوں کی حمایت سے اشرف غنی کے خلاف انہوں نے ایک نیا اتحاد قائم کیا ہے۔ حکومت کے باہمی اختلافات سے افغانستان کی سیاسی، اقتصادی اور سکیورٹی صورت حال پر گہرے اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ حکومت پر عوام کا عدم اعتماد روز بروز بڑھ رہا ہے۔ عوام اس حکومت سے شدید مایوس ہیں۔ حکومت مخالف اتحاد نے حکومت گرانے کی دھمکی دی ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ افراتفری مزید پھیل جائے گی اور آخر کار خانہ جنگی شروع ہوجائے گی، لیکن یہی وہ وقت ہوگا، جب مجاہدین بھرپور کارروائی کرتے ہوئے اقتدار اپنے کنٹرول میں لے کر ایک نئی اور آزاد صبح کا سویرا منظر عام پر لائیں گے۔ ان شاء اللہ

بلیک واٹر کا نیا منصوبہ

سیف العادل احرار

بلیک واٹر کے سربراہ 'ایرک پرنس' نے اشرف غنی کو افغان جنگ ٹھیکے پر لینے اور امارت اسلامیہ کے اہم رہنماؤں کو ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنانے کے لیے بلیک واٹر کو افغانستان میں تعینات کرنے کی پیش کش کی ہے۔ برطانوی روزنامہ فنانشل ٹائمز نے لکھا ہے کہ اس پیش کش میں انہوں نے افغان جنگ کے لیے دو سال کا منصوبہ مرتب کیا ہے، جس کے مطابق بدنام زمانہ بلیک واٹر کے پانچ ہزار اہل کار تعینات کیے جائیں گے۔ وہ اس کارروائی میں تقریباً سو جنگی جہاز استعمال کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ بلیک واٹر کے سربراہ نے کہا ہے اگر ان کی پیش کش قبول کی گئی تو وہ افغان جنگ میں امریکا کے سالانہ دس ارب ڈالر اخراجات کم کر دیں گے۔ انہوں نے اس حوالے سے امریکی حکومت کے ساتھ معاہدے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ برطانوی روزنامہ نے لکھا ہے کہ ان دستاویز کا ایک حصہ اسے بھی موصول ہوا ہے۔ بلیک واٹر نے یہ بھی کہا ہے کہ امریکا افغان جنگ پر بھاری اخراجات صرف کر رہا ہے، جس کا ایک حصہ کرپشن کی نذر ہوتا ہے اور کچھ حصہ 'طالبان' کے ہاتھ لگ جاتا ہے۔ پرنس نے کئی بار اس معاہدے سے متعلق امریکی حکام سے ملاقاتیں کی ہیں۔

چند روز قبل امریکی روزنامہ ملٹری ٹائمز نے لکھا تھا کہ بلیک واٹر کے سربراہ نے افغان حکومت کو بھی پیش کش کی تھی کہ افغانستان کی فضائی حدود کے اختیارات اور انٹیلی جنس امور ان کے سپرد کیے جائیں۔ اس بات کے انکشاف کے بعد سابق افغان صدر حامد کرزئی نے شدید غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے اشرف غنی کو متنبہ کیا ہے کہ وہ بلیک واٹر کے اُجرتی قاتلوں کی تعیناتی کا فیصلہ نہ کریں، جس سے افغانستان کا مسئلہ حل ہونے کے بجائے مزید پیچیدہ ہو جائے گا۔ حامد کرزئی کے مطابق اگر امریکا نے افغان جنگ بلیک واٹر کے حوالے کی تو اس کے خطرناک نتائج برآمد ہوں گے۔ انہوں نے واضح کیا ہے کہ افغان جنگ کو بلیک واٹر کے سپرد کرنے سے یہ جنگ مزید طویل ہو کر نہتے شہریوں کے قتل عام اور لاقانونیت جیسے مسائل کی طرف دھکیلنے کی دانستہ کوشش ہوگی۔ اس اقدام سے عوام کا شدید رد عمل سامنے آئے گا۔

بلیک واٹر نے افغانستان اور عراق میں دو ارب ڈالر کا معاہدہ کیا تھا۔ اس بدنام زمانہ تنظیم کے اہل کاروں نے سنگین جنگی جرائم کا ارتکاب کیا اور عام لوگوں کو اغواء اور ان کا بے رحمانہ قتل ہی ان کا مشغلہ ہے۔ ذرائع کے مطابق ٹرمپ انتظامیہ افغانستان سے امریکی فوج کے انخلا پر غور کر رہی ہے۔ امریکی صدر چاہتے ہیں کہ وہ افغان جنگ بلیک واٹر کے سپرد کر کے امریکی فوج کے جانی و مالی نقصان کا خسارہ کم کریں۔ ان کی یہ کوشش بھی ہے کہ وہ افغانستان میں معدنیات نکالنے کے لیے بلیک واٹر سے مدد طلب کریں۔ افغانستان سے متعلق پالیسی بنانے میں ٹرمپ ادارہ اب تک ناکام رہا ہے۔ امریکی حکام کے باہمی اختلافات کے باعث کئی ماہ گزرنے کے باوجود اب تک افغانستان سے متعلق پالیسی کا امریکا نے اعلان نہیں کیا ہے۔ امریکی فوج کے اعلی کمانڈر مزید فوجی افغانستان میں تعینات کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں، جب کہ صدر ٹرمپ افغان جنگ سے خوش نہیں ہیں۔ ایک ماہ قبل افغانستان سے متعلق پالیسی بنانے کی غرض سے منعقد ایک اعلی سطحی اجلاس میں ٹرمپ نے اپنے مشیروں سے افغانستان کے لیے امریکی حکمت عملی سے متعلق سخت سوالات کیے۔

امریکی وزیر خارجہ کے مطابق ٹرمپ افغانستان کے معاملے میں ماضی کی پالیسیوں کا تسلسل نہیں چاہتے۔ امریکی صدر افغان جنگ کا فوری خاتمہ چاہتے ہیں۔ امریکا نے افغانستان میں فوجی یلغار کے 16 برس گزر جانے کے بعد اپنی حکمت عملی پر نظر ثانی کا منصوبہ بنایا ہے۔ تاہم امریکا کی قومی سلامتی کی ٹیم اس معاملے پر منقسم ہے اور اس میں شدید اختلافات موجود ہیں کہ مزید فوجی افغانستان میں تعینات کیے جائیں یا تمام فوج کا مکمل انخلا کیا جائے؟ امریکی وزیر خارجہ ٹلرسن نے بتایا کہ صدر ٹرمپ کے سوالات انتہائی اہم ہیں اور ماضی میں کوئی بھی اس طرح اس بارے میں بات کرنے کو تیار نہیں تھا۔ ہم اس معاملے کا تفصیلی جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ ٹلرسن نے کہا کہ افغانستان کے لیے حکمت عملی ترتیب دینے والی ٹیم پورے خطے کے لیے آپشنز پر غور کر رہی ہے۔ تاہم مذکورہ ٹیم وائٹ ہاؤس اور کانگریس انتظامیہ کے درمیان جاری تناؤ کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم نے مکمل آپشن پر غور کرنے کے لیے قومی سلامتی کونسل کے تین اجلاس منعقد کیے۔ اس منصوبے پر کام کرنے والی وائٹ ہاؤس کی نیشنل سکیورٹی ٹیم کو رواں برس جون میں نئی حکمت عملی کا اعلان کرنا تھا، لیکن بعد میں اس اعلان کی تاریخ جولائی اور پھر مزید بڑھا کر ستمبر میں کر دی گئی ہے۔

امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی اے کے سربراہ مائک پمپیو نے گزشتہ دنوں افغانستان کا خفیہ دورہ کیا اور کابل میں اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ سے الگ الگ ملاقات کی تھی۔ کابینہ کے اجلاس سے ڈاکٹر عبداللہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سی آئی اے کے سربراہ نے غیر اعلانیہ طور پر افغانستان کا خفیہ دورہ کیا اور ان کے ساتھ ملاقات میں مختلف مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ سی آئی اے کے سربراہ نے ملک کی بگڑتی ہوئی صورت حال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے یقین دلایا کہ وہ اپنی اتحادی افغان حکومت کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ ڈاکٹر عبداللہ نے یہ بھی بتایا کہ امریکی خفیہ ایجنسی کے سربراہ نے اشرف غنی اور ان کے ساتھ ملاقات میں 'افغان امریکا معاہدے' پر بھی تبادلہ خیال کیا اور معاہدے کی تمام شقوں پر عمل درآمد کرنے کی یقین دہانی کرائی ہے۔ حال ہی میں اعلیٰ امریکی حکام وقتاً فوقتاً افغانستان کا خفیہ دورے کرتے رہے ہیں، جو ممکنہ طور پر افغانستان کے حوالے سے امریکا کی نئی حکمت عملی کا ایک حصہ ہے۔ امریکی وزیر خارجہ نے بھی کہا ہے کہ افغانستان سے متعلق امریکا جلد اپنی پالیسی کا اعلان کرے گا۔ وعدے کے مطابق مزید چار ہزار اضافی دستے افغانستان میں تعینات کیے جائیں گے۔

سیاسی امور کے تجزیہ نگار احمد سعیدی نے اپنے ایک تفصیلی مقالے میں لکھا ہے کہ امریکی خفیہ ادارے کے سربراہ کا دورۂ افغانستان کے دوران اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ کے ساتھ تلخ کلامی بھی ہوئی اور اِن دونوں کو تلخ جملوں میں دھمکایا گیا ہے۔ احمد سعیدی نے لکھا ہے کہ سب جانتے ہیں امریکا یہاں اپنے مقاصد کے لیے کیسے استعمال کر رہا ہے۔ افغانستان کی تعمیر نو اور ترقی کے دعوے محض دعوے ثابت ہوئے۔ اشرف غنی اور حکومت میں شامل اعلیٰ حکام بھی یہ جانتے ہیں کہ ان کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ بلخ کے گورنر عطا محمد نور نے چند روز قبل کہا تھا کہ امریکا نے ہمیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر کے پیپسی بوتل کی طرح پھینک دیا ہے۔ امریکا افغانستان کی معدنیات اور قدرتی ذخائر کو لوٹنے کے لیے یہاں جنگ کو دوام بخشنا چاہتا ہے۔ امریکا روبہ زوال ہے۔ اس کے دماغ کا غرور پگھل رہا ہے۔ افغان عوام نے ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور اپنی تاریخ دہراتے ہوئے انگریز سامراج اور سوویت یونین کی طرح امریکا اور اس کے اتحادیوں کو بھی اللہ کی مدد سے شکست دے دی ہے۔ اس کا اعتراف اوباما اور اب ٹرمپ نے بھی کیا ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ افغانستان ایک آزاد و خود مختار ملک کی حیثیت سے اسلام کے عادلانہ نظام کا مرکز بنے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ٹرمپ کی نئی افغان پالیسی

ذوالکلام

گیارہ ستمبر 2001 کو اقوام متحدہ کی چھتری تلے نیٹو نے دہشت گردی کا بہانہ بنا کر افغانستان چڑھائی کی۔ یہاں کے نظام کو تہِ و بالا کیا۔ افغان عوام کی قربانیوں، امیدوں اور خواہشات کے عین مطابق نفاذِ اسلام کا منظم سیٹ اَپ قائم کیا تھا۔ دنیا بھر میں اس کا خیر مقدم کیا گیا تھا۔ اسے انصاف کے تقاضوں پر پورا اترنے والی حکومت تسلیم کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے امریکا کو ایسی حکومت کہاں بھاتی تھی۔ آخر وہی ہوا، جس کا امریکی شیطان سے خدشہ تھا۔ صدر جارج ڈبلیو بش، بارک اوباما اور آج ڈونلڈ ٹرمپ سمیت تینوں صدور نے اس بے نتیجہ جنگ کو جاری رکھ کر اپنے ہی عوام اور فوج کو جنگ کی آگ میں جھونک رکھا ہے۔ بیش بہا دولت صرف کی اور پالیسی پر پالیسی بنائی گئی ہے۔ اس کے باوجود مطلوبہ نتائج تاحال حاصل نہیں کیے جاسکے۔ وجہ صاف ہے کہ امریکا تمام مسائل کو صرف اور صرف طاقت ہی کی بنیاد پر حل کرنا چاہتا ہے۔ اگر پچھلے سترہ سالوں میں افغانستان فتح نہیں کیا جاسکا تو مستقبل میں بھی دور دور تک امریکی فتح کی کوئی امید نہیں ہے۔ بارک اوباما اپنے پہلے صدارتی انتخابات میں 'تبدیلی' کے نعرے کے ساتھ آئے۔ انہوں نے آتے ہی تبدیلی کا نعرہ بھلا کر بش دور کی پالیسیوں کو دوام دیا۔

صدر ٹرمپ کو آئے سات مہینے گزر گئے ہیں۔ وہ انتخابی کمپائن میں کئی دفعہ اس بات کا اظہار کر چکے ہیں کہ 'وہ افغان جنگ کو مزید طول نہیں دینا چاہتے۔ اور یہ کہ وہ اپنے دورِ صدارت ہی میں امریکی تاریخ کی اس طویل ترین جنگ کا خاتمہ کر دیں گے۔ انہیں گزشتہ سات مہینوں میں افغانستان کے لیے نئی پالیسی وضع کرنے میں ناکامی کا سامنا رہا تھا۔ حالیہ دنوں جب انہوں نے طویل غور و خوض اور درون خانہ شدید خانہ جنگیوں کے بعد نئی افغان پالیسی کا اعلان کیا تو اس میں کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وہی الم غلم باتیں اور گھسی پٹی دھمکیاں تھی، جو وہ عرصے سے دیتے آئے ہیں۔ جب کہ حال یہ ہے کہ امریکا اپنی واضح شکست کا اعتراف بھی کر چکا ہے۔ ٹرمپ کی پالیسی کا محور یہ ہے کہ وہ افغانستان میں امریکی فوجی تعداد میں کچھ اضافہ کر کے غیر معینہ مدت تک یہاں رہنا چاہتے ہیں۔ تاہم یہ واضح نہیں ہے کہ کس حد تک اضافہ متوقع ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا افغانستان کا مسئلہ مزید فوجی بھیجنے سے حل ہو جائے گا؟ کیا اس طرزِ عمل سے امن قائم ہو گا؟ اس سوال کا جواب پچھلے سترہ سالوں کی تاریخ خود فراہم کرتی ہے۔ جب افغانستان میں امریکی و اتحادیوں کی چالیس ہزار فوج جدید اسلحے سمیت موجود تھی، وہ تب بھی تمام تر قوت و طاقت صرف کر کے بھی مجاہدین کو شکست نہیں دے سکی۔ مجاہدین کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ افغانستان سے غاصب فوج کا مکمل انخلا کیا جائے۔ اگر ان سترہ سالوں میں جہاد کا مقدس عمل جاری رہا ہے تو بھی اسی نکتے کے گرد کہ اگر کبھی مذاکرات کی ابتداء ہوئی تو بھی انخلا کی شرط پر ہو گی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مجاہدین اپنے نصب العین کے سلسلے میں مضبوط ہیں۔ وہ اپنے نظریات پر کسی طرح سمجھوتے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جہاد ان کے لیے راہِ عمل اور ایک پُرامن اسلامی معاشرے کے قیام کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا فوجی تعداد میں اضافے اور اسے طویل

عرصے تک یہاں رکھنا تاریخ کی روشنی میں کوئی معقول فیصلہ نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے، جس کا اعتراف مغربی میڈیا بھی کر رہا ہے۔ بیان کردہ تازہ پالیسی پر مغربی میڈیا میں ملاجلا ردعمل سامنے آیا ہے۔ سبھی نے پالیسی کو مایوس کن قرار دیا ہے۔

روزنامہ نیویارک ٹائمز نے لکھا ہے: 'اگر امریکا نے طویل المیعاد جنگ کے لیے خود کو تیار کر ہی لیا ہے تو دوسری جانب سے طالبان (مجاہدین) نے پہلے سے خود کو تیار کر رکھا ہے۔ ان کے لیے جنگ کی مشکلات کوئی معنی نہیں رکھتیں۔' روزنامہ نے مزید لکھا ہے: 'امریکی قیادت نے ہمیں بتایا تھا کہ طالبان (مجاہدین) کو رواں جنگ میں سالانہ دس ہزار جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال قبل امریکی خفیہ اداروں نے رپورٹ جاری کی تھی کہ طالبان (مجاہدین) کی کل تعداد بیس ہزار ہے۔ اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ طالبان (مجاہدین) مارنے سے کبھی ختم نہیں ہوں گے۔' اسی طرح مذکورہ روزنامہ نے کئی افغانی مسلمانوں کے نام لے کر لکھا ہے کہ فلاں کے گھر سے اتنے اور اتنے مارے گئے، لیکن پھر بھی اُن کا دل جنگ سے بھرتا ہے نہ ہی وہ باز آتے ہیں۔'

واشنگٹن پوسٹ نے لکھا ہے: 'ٹرمپ کی نئی پالیسی سودمند نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کہ امریکا ایک طرف افغانستان سے فائدہ حاصل کرنے کی آس لگائے بیٹھا ہے تو دوسری جانب طالبان (مجاہدین) کے خلاف جنگ کو بھی طول دے رہا ہے۔ جب کہ تیسری جانب اپنے ہی بنائے گئے ادارے 'کابل انتظامیہ' کو بھی اختیارات نہیں دے رہا۔ حالانکہ کابل انتظامیہ مکمل طور پر امریکی خرچ پر چل رہی ہے۔'

ٹرمپ نے پالیسی بیان کرتے وقت یہ بات بھی کہی کہ 'وہ پہلے امریکی فوج کا انخلا چاہتے تھے، لیکن انہیں پینٹاگون کے اصرار پر اپنا فیصلہ واپس لینا پڑا ہے۔' یہ ایک حقیقت ہے کہ امریکا میں ریاست کے چاروں اداروں میں اس حوالے سے زبردست اختلاف پایا جاتا ہے۔ ریٹائرڈ فوجی، بیوروکریٹس، سیاست دان، عدلیہ اور میڈیا ایک پیج پر ہیں۔ وہ کسی صورت جنگ کو مزید طول نہیں دینا چاہتے۔ اس صورت حال کو جہاں وہ اپنی اقتصادی و معاشی حالت کے لیے تباہ کن تصور کرتے ہیں، وہیں وہ اسے اپنے مورال کے لیے بھی سخت نقصان دِہ سمجھتے ہیں۔ جب کہ جنگ کو طول دینا پینٹاگون کی عسکری قیادت کی خواہش ہی نہیں، بلکہ شدید اصرار بھی ہے۔ یہی فوجی ڈنڈا ہے، جو ٹرمپ کو انخلا کا فیصلہ نہیں کرنے دے رہا۔ ٹرمپ نے پالیسی بیان میں کہا کہ 'وہ افغان فورسز کا مالی و عسکری لحاظ سے لامحدود تعاون کریں گے، تاکہ وہ اس قابل ہو سکے کہ دہشت گردوں کی بیخ کنی کی جاسکے۔ کوئی ٹرمپ کو بتانے والا نہیں کہ جو فوج ٹریننگ دے رہی ہے، وہ سترہ سال کے طویل عرصے میں مجاہدین کو شکست نہیں دے سکی تو اس کے شاگرد کیا خاک شکست دیں گے۔

اب کی بار امریکا نے اس امر کا بھی اضافہ کیا ہے کہ افغانستان کو ملنے والی امداد کی تقسیم شفاف طریقے پر ہونی چاہیے۔ امداد وہاں صرف کی جائے، جہاں ضرورت ہو۔ معلوم پڑتا ہے کہ ٹرمپ تک وہ رپورٹس پہنچ گئی ہیں، جن میں کہا گیا ہے کہ سترہ سالوں سے فرضی وخیالی فوجیوں کے نام پر تنخواہیں اور مراعات لی جارہی ہیں۔ جب اس حوالے سے متعلقہ ٹیموں نے تحقیقات کا آغاز کیا تو یہ عظیم الشان فراڈ سامنے آیا تھا۔ تبھی ٹرمپ نے اس مرتبہ باقاعدہ پالیسی بیان میں اس امداد کے حوالے سے وضاحت کو سامنے لایا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ٹرمپ مجاہدین کے خیر خواہانہ مشوروں پر صدقِ دل سے عمل کرتے ہوئے انخلا کا راستہ اختیار کریں۔ اسی میں امریکا کی بقا اور دنیا کا امن پوشیدہ ہے۔

چین و ہندوستان کے درمیان تنازع

جنوبی ایشیا، براعظم ایشیا کے ان ممالک پر مشتمل خطے کو کہا جاتا ہے، جو برصغیر یعنی پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش سے ملحق سرحدیں رکھتے ہیں۔ یہ خطہ مغرب سے مشرق کی جانب مغربی ایشیا، وسطی ایشیا اور مشرقی ایشیا کے درمیان واقع ہے۔ جس میں درج ذیل ممالک آتے ہیں:

۱۔ بنگلہ دیش ۲۔ بھوٹان ۳۔ پاکستان ۴۔ سری لنکا ۵۔ مالدیپ ۶۔ نیپال ۷۔ ہندوستان

ان ممالک کے علاوہ کچھ تہذیبی قربتوں کے باعث جمہوریہ چین اور تبت کا علاقہ بھی جنوبی ایشیا میں شمار کیا جاتا ہے۔ جنوبی ایشیا کو مختلف اور متضاد تہذیبوں کا گہوارہ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جغرافیائی خصوصیات کے باعث جنوبی ایشیا کی سرزمین مختلف خصوصیات کی حامل ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے بنگلہ دیش، بھوٹان، پاکستان، سری لنکا، نیپال اور ہندوستان جنوبی ایشیا کا حصہ سمجھے جاتے ہیں۔ اس کو دیکھتے ہوئے مذکورہ ممالک ایک علاقائی تنظیم 'سارک' میں بھی ایک ساتھ جمع ہیں۔ حال ہی میں اس لیے کہ 'وسطی ایشیا سے جنوبی ایشیا کے ملنے کا راستہ افغانستان سے گزرتا ہے' افغانستان کو بھی سارک کا حصہ بنایا گیا ہے۔ اس طرح اب افغانستان بھی سارک تنظیم کا رکن تسلیم کیا گیا ہے۔

چین و ہندوستان کے درمیان تنازع:

جنوبی ایشیا میں چین اور ہندوستان خطے کی سطح پر دو ایسے حریف ممالک ہیں، جو اقتصادی ترقی اور پیش رفت میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ ہندوستان عالمی سطح پر امریکا کا اہم ساتھی ہے۔ امریکا سے اس کی مضبوط پارٹنرشپ ہے۔ اس کی ہمیشہ سے کوشش رہی ہے کہ وہ چین کی حیران کن اقتصادی ترقی کے لیے چیلنج بن جائے، مگر چین نے اپنی جدید ترین ٹیکنالوجی اور فوجی طاقت کے زور پر ہندوستان کی ان امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ ہندوستان چین کے فوجی خوف سے کسی فوری ردِ عمل کی صلاحیت سے تاحال محروم ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ چین کے خلاف ہندوستان کی سازشوں کے پیچھے خفیہ طور پر امریکا ہے۔ امریکا چاہتا ہے کہ خطے میں ہندوستان کو ایک سیاسی اور عسکری قوت کے طور پر بالادستی دے کر چین کے خلاف علاقائی مشکلات بڑھا دے۔ دونوں پڑوسی ممالک کو سرحدی تنازعات کے باعث جنگ میں دھکیل دے۔ یہ واضح ہے کہ جس دن چین جنگوں میں مصروف ہو گیا تو اس کی بڑھتی ہوئی معیشت کو بیک گیئر لگ جائے گا۔ اس لیے چین کی آخر حد تک کوشش ہے کہ خود کو جنگ سے بچایا جائے اور صرف سیاسی اور سفارتی ذرائع سے دباؤ ڈال کر کام لیا جائے۔

چین و بھوٹان کے درمیان تنازع:

بھوٹان سرکاری طور پر ایک شاہی حکومت والا ملک ہے۔ یہ جنوبی ایشیا کا وہ ملک ہے، جو چین اور ہندوستان کے درمیان واقع ہے۔ جس کا زمینی رقبہ پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ جب کہ صرف جنوبی حصے میں تھوڑا سا ہموار زمینی میدان ہے۔ چوں کہ بھوٹان اور چین مشترکہ سرحد رکھتے ہیں۔ 'ڈوکلام' نامی متنازع سرحد پر بھوٹان اور چین کا تنازع چل رہا ہے۔ چین کا کہنا ہے ڈوکلام چین کا حصہ ہے جب کہ بھوٹان اسے اپنا حصہ سمجھتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل اسی متنازع سرحد کے قریب چین نے ایک سڑک کی تعمیر کا آغاز کیا، جس پر بھوٹان نے مخالفانہ رویے کا اظہار کیا۔ ہندوستان نے بھی بھوٹان کی حمایت میں آواز اٹھائی اور چین کی جانب سے سڑک کی تعمیر پر مخالفت ظاہر کی۔ ہندوستان کو خدشہ ہے کہ سڑک بننے سے چین

کو اسٹریٹجک کامیابی ملے گی۔ یہ ہندوستان کے لیے قابل برداشت نہیں ہے۔ اسی طرح دنیا کے چھوٹے ممالک میں شمار کیا جانے والا بھوٹان کہتا ہے کہ 'بھوٹان کی سرزمین پر سڑک کی تعمیر اس معاہدے کی خلاف ورزی ہے، جو ماضی میں چین اور پاکستان کے درمیان ہوئی ہے۔' یہ بات معلوم ہے کہ چین اور بھوٹان کے درمیان ماضی ہی سے ایسا تنازع چل رہا ہے۔ اسی لیے بھوٹان اور چین کے درمیان سیاسی اور سفارتی تعلقات بھی موجود ہیں۔ چین کے مقابلے میں بھوٹان اور ہندوستان کے تعلقات قریبی ہیں اور ہندوستان اس کا اتحادی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے چین کی جانب سے ہمالیہ کے دامن میڈ دوکلام میں بنائی جانے والی سڑک کی تعمیر روکنے کے لیے بھوٹان کے مطالبے پر ہندوستانی فوج گزشتہ ایک ماہ سے زائد عرصے سے ڈوکلام میں موجود ہے۔ جس کی وجہ سے چین مسلسل ہندوستان کو خبردار کر رہا ہے کہ بھوٹان سے اپنی فوج باہر نکال لے۔ ورنہ چین کی فوج ہندوستان کو تاریخی سبق سکھانے کے لیے تیار ہے۔ اس خطے سے ہندوستانی فوج کو ذلیل کرکے نکال دے گی۔ اس کے مقابلے میں ہندوستانی حکومت کا کہنا ہے کہ وہ کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ جب تک چین اپنی فوج سرحد سے ہٹا کر پیچھے نہیں لے جائے گا اور سڑک کی تعمیر سے باز نہیں آئے گا۔ تب تک ہندوستانی فوج بھوٹان میں رہے گی۔

تبت پر چین و ہندوستان کا تنازع:

چین اور ہندوستان کے درمیان تبت کی زمین پر تنازع ماضی سے ہے۔ تبت عملاً چین کے پاس ہے اور اسے اپنا حصہ سمجھتا ہے۔ جب کہ ہندوستان کہتا ہے کہ تبت ہندوستان کا حصہ ہے۔ اسی پر دونوں کے درمیان کئی بار درمیانے درجے کی جنگیں بھی ہوئی ہیں۔ 2003 میں ہندوستان کے وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی نے سرکاری طور پر تبت کو چین کا حصہ تسلیم کر لیا تھا۔ اس کے بدلے چین نے سرکاری طور پر بھوٹان کی سرحد کے قریب واقع 'سکم' نامی علاقے کو ہندوستان کے حصے کے طور پر تسلیم کر لیا۔ اس طرح ہندوستان اور چین کے درمیان تنازعات ایک حد تک ختم ہو گئے تھے، لیکن دونوں ممالک کے درمیان موجودہ سیاست دان اور دیگر رہنماؤں کو اس حوالے سے اعتراضات ہیں۔ چین کے اندر حکومت پر ہندوستان کے حوالے سے پالیسیوں پر تنقید کی جاتی ہے۔ اسی طرح ہندوستان کی پارلیمنٹ میں ملائم سنگھ یادیو کے مطابق 'تبت چین کے حصے کے طور پر تسلیم کرنا ہندوستان کی بہت بڑی غلطی تھی۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ 'چین نے ہندوستان پر حملے کے لیے اپنی فوج تیار کر رکھی ہے۔ وہ کبھی بھی اس پر جارحیت کر سکتا ہے۔'

چین کے سرکاری میڈیا نے کہا ہے کہ چینی حکومت نے ہندوستانی سرحد تبت تک ہر طرح کا بھاری و ہلکا اسلحہ پہنچا دیا ہے۔ رپورٹس کے مطابق ایک ماہ کے دوران چینی حکومت کی جانب سے مسلسل تبت کی جانب اسلحہ بھیجا جا رہا تھا، جس کے لیے ریل گاڑی کا استعمال کیا گیا۔ اسی طرح چینی فوج کی جانب سے ہندوستانی سرحد کے قریب فوجی مشقیں بھی جاری ہیں، جس میں ربڑ کی گولیوں کے بجائے اصلی گولیاں استعمال کی جاتی ہیں۔ یہ مشقیں ان علاقوں کے قریب جاری ہیں، جو چین اور بھوٹان کی سرحد کے قریب واقع ہیں۔ ہندوستانی سرحدی محافظین کی جانب سے چینی سڑک کی تعمیر کو روکنے پر فریقین کے درمیان تنازع سامنے آیا ہے۔ جس پر چین نے اس اقدام کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ ہندوستان جلد از جلد اپنی فوج ڈوکلام سے نکال لے، ورنہ اسے شرمندہ کر کے نکالا جائے گا۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ چین اور ہندوستان کے درمیان تعلقات پہلے ہی سے خراب ہیں۔ اب مزید خراب ہونے کی جانب جا رہے ہیں۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ چین ایک عالمی اقتصادی طاقت کے طور پر خود کو سامنے لا رہا ہے۔ اس طرح یہ امید سامنے آ رہی ہے کہ مستقبل میں یورپ اور امریکا کے بجائے عالمی تجارت کا مرکز مشرقی ممالک بن جائیں گے۔ خصوصاً چین نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ وہ بہت جلد مختصر عرصے میں بڑا اقتصادی مرکز بن جائے گا۔ چین کی اس ترقی کو روکنے کے لیے امریکا ہندوستان کو تھپکی دے رہا ہے، تاکہ وہ چین کے مقابلے میں کھڑا ہو جائے۔ جن علاقوں پر پہلے ہی سے تنازعات موجود ہیں، ان کو پھر سے تازہ کرے۔ کیوں کہ اس طرح کے مسائل اور تنازعات امریکا کے لیے مفید ہیں۔ اسی لیے آغاز بھی کیا ہے۔

انسانیت کے ہمدرد انسانی نسل کُشی پر خاموش!

خبیر احمد

امریکا اور اس کے کاسہ لیس کابل انتظامیہ امارت اسلامیہ اور افغان عوام کے درمیان نفرتوں کے بیج بونے کے لیے پچھلے 17 سال سے یہ پروپیگنڈا کرتے آرہے ہیں کہ 'مجاہدین تعلیم و دانش کے خلاف ہیں۔ وہ تعلیمی اداروں کو جلاتے اور اساتذہ کو قتل کرتے ہیں۔' حالانکہ امارت اسلامیہ نے کبھی بھی تعلیم کی مخالفت نہیں کی ہے۔ بجائے اس کے وہ اپنے زیر نگین علاقوں میں دینی و عصری تعلیم کی اشاعت کے لیے عملی طور پر سہولتیں فراہم کر رہی ہے۔ (مغربی نظریات سے آلودہ) نئے نصاب کی مخالفت ضرور کی گئی ہو گی، لیکن اساتذہ کو زد و کوب کرنے، طالب علموں کو گزند پہنچانے اور تعلیمی اداروں کو جلانے والے پھیلائے گئے خیالات خالی افواہیں اور خود ساختہ الزامات ہیں۔ یہ کام صرف اور صرف اُن قوتوں کا ہے، جو بظاہر تو تعلیم کے عام کرنے کی بات کرتے ہیں، لیکن اندرونِ خانہ علم و فہم اور دانش کے ساتھ ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

پچھلے دنوں قندوز میں پامیر ہوٹل کے قریب تبلاقی اور دوبلو کے علاقوں میں لڑکیوں کے اسکول پر بموں کی بارش کی گئی۔ بعد ازاں پے درپے کی گئی بمباری میں درجنوں افراد کا کثیر جانی و مالی نقصان ہوا۔ کیا اس سے زیادہ بھی کوئی علم دشمنی ہو سکتی ہے؟ حد تو یہ ہے کہ امریکا و کابل انتظامیہ اس عمل پر نادم و پشیمان بھی نہیں ہے۔ عین انہی دنوں رپورٹ منظر عام پر آنے کے بعد پچھلے دنوں کٹھ پتلی انتظامیہ کے سکیورٹی ادارے اور پولیس نے ترین کوٹ کے ملحق علاقے 'سجاول' میں نائٹ آپریشن کے نام سے وحشیانہ کارروائیاں کیں۔ یہ لوگ جب کسی گھر میں داخل ہوتے ہیں تو ڈاکوؤں کی طرح وہ گھر بھی اس لیے لوٹ لیتے ہیں کہ ممکنہ طور پر گھر والے مجاہدین کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہوں گے! وہ الزام لگاتے ہیں کہ تم طالبان (مجاہدین) کی مہمان نوازی کرتے ہو۔ بس اسی غیر ثابت جرم کی وجہ سے پولیس والے ان کے جوانوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ پولیس کے ایسے ہی ناجائز ہتھکنڈوں سے بچنے کے لیے وہاں کے رہائشی قریبی باغوں اور جنگلوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں، لیکن ان وحشی درندوں نے باغوں اور جنگلوں میں پناہ لینے والے بوڑھوں، بچوں اور خواتین کو وہاں بھی معاف نہ کیا اور باغ پر ہی فائرنگ کر دی، جس کے نتیجے میں 20 لوگ شہید ہو گئے۔

ترین کوٹ کے ہسپتال کے ڈاکٹر 'ضیاء الرحمن' نے میڈیا کو بتایا کہ مذکورہ ہسپتال میں لائے جانے والے زخمیوں میں اکثر بچے اور خواتین ہیں۔ افغانستان میں امریکی اور کٹھ پتلی فوجیوں کی فائرنگ کے نتیجے میں روزانہ کئی افغان باشندے شہید اور زخمی ہو رہے ہیں۔ ان کے گھر لوٹ لیے جاتے ہیں۔ کئی ایک کو قید کر کے تاریک جیل خانوں میں بند کر دیا جاتا ہے۔ دوسری طرف ان نقصانات پر عوامی نقصانات کے ازالے کے لیے کام کرنے والے ادارے کوئی رد عمل ظاہر کرتے ہیں اور نہ ہی انسانی حقوق کی نام نہاد علاقائی و بین الاقوامی تنظیمیں کوئی مؤثر تدبیر سامنے لاتی ہیں۔ ستم یہ کہ ان تنظیموں کو امریکی اور کٹھ پتلی انتظامیہ جو کچھ کہتی ہے، یہ اُسے ہی من و عن قبول کر لیتی ہیں۔ جب سال کے اختتام پر نئی رپورٹ تیار کی جاتی ہے تو ایسے تمام نقصانات کو مجاہدین کے کھاتے میں ڈال کر خود کو بری الذمہ قرار دیتے ہیں۔ اگر قندوز میں اسکول کو مجاہدین نے تباہ کیا ہوتا تو انسانی حقوق کی تنظیمیں چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیتیں کہ مجاہدین تعلیم کے خلاف ہیں۔ وہ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اس کی ہمدردیاں سمیٹ لیتیں۔ جب یہی کام امریکا نے کیا ہے تو انسانی حقوق کی تنظیموں اور میڈیا کی آنکھوں کی بصارت ختم اور کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ بھر جاتا ہے، جس سے وہ کچھ سننے کے قابل نہیں رہتے۔

'واٹسن' نامی ایک غیر ملکی این جی او نے پچھلے دنوں رپورٹ جاری کی کہ گزشتہ سترہ سالوں میں ایک لاکھ سے زیادہ افغانی امریکی حملوں میں ہلاک ہوئے ہیں، لیکن امریکی و افغان انتظامیہ نے ان حملوں کو مجاہدین پر حملے قرار دے کر مرنے والوں کو بھی مجاہدین ہی ظاہر کیا۔ امریکا اور کٹھ پتلی فوج کی طرف سے قندوز اور ترین کوٹ میں کیے جانے والے حملے، بالخصوص اسکول کو نشانہ بنانا انسانی حقوق کی صریح خلاف ورزی ہے اور کھلا جرم ہے۔ یوناما اور انسانی حقوق کے علم برداروں کے طور پر پہچانے جانے والے اداروں کو تذبذب سے نکل کر دورُخی چھوڑ دینی چاہیے۔ غاصب امریکی فوج کے جرائم سے چشم پوشی نہ برتی جائے، بلکہ حقائق کے لیے تسلیم کرنے کی خُو پیدا کی جائے۔

جنگ میں توسیع ٹرمپ کی چاہت

احمد مختار

صدر ٹرمپ کی قیادت میں امریکی انتظامیہ نے بھرپور کوششوں کے باوجود تقریباً سات ماہ گزرنے کے بعد بھی افغانستان سے متعلق نئی حکمت عملی کا اعلان نہیں کیا ہے۔ امریکی ذرائع ابلاغ کی اکثر شہ سرخیوں میں ایسی خبریں شائع ہوتی ہیں کہ 'پینٹاگون افغانستان سے متعلق نئی حکمت بنانا چاہتا ہے۔ افغانستان اس وقت عدم استحکام کا شکار ہے اور وہاں بدامنی عروج پر ہے۔ طالبان (مجاہدین) نے اپنے حملے بڑھا دیے ہیں۔ اس کے باوجود امریکی دفاعی حکام افغانستان سے متعلق نئی حکمت عملی کا اعلان کرنے میں ناکام رہے ہیں۔'

امریکا کے وزیر دفاع جیمز میٹس، وائٹ ہاؤس کی قومی سلامتی کے مشیر مک ماسٹر، امریکی مسلح افواج کے چیف آف اسٹاف جنرل جوزف ڈین فورڈ، امریکی کانگریس کی آرمڈ سروسز کمیٹی کے چیئرمین سینیٹر جان مکین یکے بعد دیگرے کابل آئے۔ تقریباً سب نے افغانستان کی گمبھیر صورت حال کا قریب سے جائزہ لیا۔ اس کے باوجود وہ نئی حکمت عملی وضع کرنے میں اب تک ناکام اور تاریخ پر تاریخ دے رہے ہیں۔ امریکا نے رواں سال کے شروع میں اپنے فوجی اتحاد اور شمالی اوقیانوس کے معاہدے (نیٹو) سے مطالبہ کیا کہ وہ افغانستان میں مزید تازہ دم فوجی دستے تعینات کرے، تاہم امریکا کو اپنے نیٹو کی جانب سے مثبت جواب نہیں ملا۔ صرف انگلینڈ نے چند سو محدود فوجی بھیجنے کا عندیہ دیا ہے، جو افغان فورسز کے ساتھ مشاورت اور تربیت کی حد تک محدود رہیں گے۔ واشنگٹن کی تمام کوششوں کے باوجود بھی افغان جنگ کو دوام بخشنا اور ان کو فوجی اور لاجسٹک سامان فراہم کرنا امریکا کے ذمے رہا ہے۔ امریکا کے نومنتخب صدر بنیادی طور پر ایک سرمایہ دار اور تاجر ہیں۔ وہ فوجی اور سیاسی سرگرمیوں میں زیادہ دل چسپی نہیں لیتے اور نہ ہی ان معاملات میں زیادہ تجربہ رکھتے ہیں۔ اس لیے ان کا افغانستان کے معاملات سے متعلق بش اور اوباما کی طرح قابل ذکر تعلق نہیں ہے۔

افغانستان میں گزشتہ سولہ برس سے جاری جنگ کے نتیجے میں ہزاروں امریکی فوجیوں کو بھاری جانی نقصان ہوا ہے۔ مدمقابل مجاہدین کی مزاحمتی قوت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ وہ طاقت ور فریق کے طور پر ابھرے ہیں۔ یہ ایسے اسباب اور عوامل ہیں، جن کے نتائج سے مجموعی طور پر امریکی ناخوش اور مایوس ہیں۔ دوسری جانب افغانستان میں امریکی آشیرباد سے قائم مخلوط حکومت کے اندرونی اختلافات، مالی اور انتظامی کرپشن کی وجہ سے امریکا اسٹریٹجک منصوبہ بندی کے نفاذ میں ناکام رہا ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر امریکی حکام افغانستان سے متعلق ایک مؤثر فوجی حکمت عملی کا اعلان کرنے میں ناکام نظر آرہے ہیں۔ نوآبادیاتی صورت حال میں افغانستان پر امریکی قبضے کے پیش نظر بظاہر یوں لگتا ہے کہ افغانستان سے متعلق نئی امریکی جنگی حکمت عملی بھی یہاں جنگ کو دوام بخشنے پر منحصر ہوگی۔ لہٰذا اس جنگ کی مشین چلانے کے لیے کم از کم امریکی جنگجوؤں کی ضرورت ہوگی۔ اب امریکی حکام کو محدود تعداد میں فوج افغانستان بھیجنے میں مشکلات کا سامنا ہے۔ کیوں کہ امریکی عوام جانتے ہیں کہ جن اہل کاروں کو افغانستان میں تعینات کیا جائے گا، وہ وہاں ضرور ایک غیر مفید جنگ میں اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ لہٰذا وہ نہیں چاہتے کہ ان کے بچے ایک غیر ضروری جنگ میں اتنی لاپرواہی کے ساتھ مارے جائیں۔ یہی وجہ ہے اب امریکی حکام چاہتے ہیں کہ افغان جنگ کو دوام بخشنے کے لیے بلیک واٹر اور ڈائن کورپ جیسی مشہور اور بدنام زمانہ کلر کمپنیوں کو یہاں تعینات کیا جائے۔

امریکا کے ایک مشہور روزنامہ نے بھی اس حوالے سے 9 جولائی کو ایک رپورٹ شائع کی تھی۔ جس میں لکھا گیا تھا کہ پینٹاگون چاہتا ہے کہ افغانستان میں جنگجو بھیجنے کے لیے بلیک واٹر اور ڈائن کورپ جیسی تنظیموں کے ساتھ معاہدہ کرے۔ مذکورہ اخبار نے لکھا ہے کہ دونوں کمپنیوں کے سربراہوں نے اس حوالے سے اپنی تجاویز ٹرمپ کے مشیر اسٹیفن بینین اور ان کے داماد جراڈ کوچنر کو پیش کی ہیں۔ امریکا بلیک واٹر اور دیگر نجی کمپنیوں کو اس لیے تعینات کرنا چاہتا ہے کہ ان اجرتی جنگجوؤں میں امریکی لوگوں کے علاوہ دیگر مافیانیٹ ورکس کے لوگ بھی شامل ہیں، جن کی ہلاکتوں، گمشدگی اور گرفتاری سے امریکی فوجی مورال کے بدنام ہونے کا خدشہ نہیں ہوگا۔ اس کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ جو افراتفری، ظلم اور نسل کشی یہ بدنام زمانہ کمپنیاں کرسکتی ہیں، اس سطح پر سرکاری فوج نہیں کرسکتی۔ اشرف غنی نے افغانستان سے متعلق نئی امریکی حکمت عملی سے پہلے ہی اس کو افغانستان کی سیکورٹی کے لیے مفید قرار دے کر اس کی تائید کردی ہے۔ ان کے نزدیک افغان عوام اہم ہیں اور نہ ہی ان کی سیکورٹی، بلکہ انہیں صرف قابض قوتوں کے سائے تلے کرپٹ حکومت کی بقا عزیز ہے۔

ٹرمپ شکست کا اعتراف کرتے ہیں

سیف العادل احرار

افغان جنگ سے متعلق 19 جولائی کو وائٹ ہاؤس میں امریکی صدر ٹرمپ کی صدارت میں ایک اہم اجلاس ہوا، جس میں فوجی جرنیلوں اور حکومت کے اعلی حکام نے شرکت کی۔ اجلاس میں افغانستان سے متعلق صورت حال پر تفصیلی غور وخوض کیا گیا۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق اجلاس میں شریک ایک اہل کار نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ صدر ٹرمپ نے اس اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے افغانستان کو قبرستان کے نام سے یاد کیا اور خبردار کیا کہ ہم یہ جنگ جیتنے کے بجائے شکست کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے افغانستان میں امریکی فورسز کے سربراہ جان نکلسن کی برطرفی کا اشارہ بھی دیا اور غصے کا اظہار کیا۔ اس اہم اجلاس میں ٹرمپ کے چیف اسٹریٹیجسٹ اسٹیو بینن، ان کے داماد اور مشیر جراد کوشنز، وائٹ ہاؤس کے نیشنل سکیورٹی ایڈوائزر ایچ آر مک ماسٹر، چیف آف آرمی اسٹاف رینوس برینوس، جوائنٹ چیفس آف اسٹاف جنرل جوزف ڈین فورڈ، وزیر دفاع جیمز میٹس، نائب صدر مایک پینیک اور وزیر خارجہ ریکس ٹیلرسون بھی شریک تھے۔

امریکی صدر افغانستان کے حوالے سے تذبذب کا شکار ہیں۔ اسی وجہ سے کئی ماہ گزرنے کے باوجود انہوں نے افغانستان سے متعلق نئی حکمت عملی نہیں بنائی ہے۔ اس اجلاس میں صدر ٹرمپ نے قومی سلامتی کے اعلی حکام سے افغانستان کی صورت حال سے متعلق معلومات حاصل لیتے ہوئے سوال کیا کہ 'افغان جنگ کا خاتمہ کیسے ہوگا؟' حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی یہ نہیں جانتا کہ افغان جنگ کا اختتام کب اور کیسے ہوگا؟ ٹرمپ نے اس اجلاس میں افغانستان میں امریکی فورسز کے سربراہ جنرل جان نکلسن کو برطرف کرنے کا واضح اشارہ دیا اور کہا کہ ہم افغان جنگ نہیں جیت رہے۔ لہذا وزیر دفاع جیمز میٹس، جوائنٹ چیفس آف اسٹاف جنرل جوزف ڈین فورڈ اور دیگر اعلی حکام جان نکلسن کو برطرف کرنے کا سوچیں۔ اس اجلاس میں شریک ایک اور اہل کار نے مغربی نیوز ایجنسی سے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ وزیر دفاع جیمز میٹس، مک ماسٹر، ڈین فورڈ ودیگر اعلی حکام نے ہر ممکن جواب دینے کی کوشش کی کہ صدر ٹرمپ نئی پالیسی وضع کریں، تاہم وہ اس کوشش میں ناکامی کے بعد ایک موقع پر اجلاس سے اٹھ کر باہر چلے گئے۔ جیمز میٹس پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ صدر ٹرمپ کی مبہم پالیسی کے باعث افغانستان میں طالبان (مجاہدین) پیش رفت کر رہے ہیں۔

اجلاس میں امریکی صدر نے اس بات پر بھی زور دیا کہ افغانستان کی مدد اور حمایت کے بدلے امریکا کو افغانستان کے قدرتی ذخائر میں خصوصی حصہ دیا جائے۔ جس پر سکیورٹی حکام نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ پورے ملک پر کنٹرول حاصل کیے بغیر قدرتی ذخائر کی کان کنی کا منافع کمانا ممکن نہیں ہے۔ ٹرمپ نے انہیں مخاطب کر کے کہا کہ جنگ میں امریکا مصروف ہے اور قدرتی ذخائر کی کان کنی کے منافع چینی کمپنیاں کما رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ افغانستان کے قدرتی ذخائر کی کان کنی سے ایک ٹریلین ڈالر مالیت کا منافع حاصل کیا جاسکتا ہے۔ گزشتہ روز امریکی وزیر دفاع جیمز میٹس نے کہا تھا کہ حکومت جلد افغانستان سے متعلق نئی

حکمت عملی کا اعلان کرے گی۔ تاہم اب تک امریکی حکومت نئی پالیسی وضع کرنے میں ناکام رہی ہے۔ اس کے ایک روز بعد امریکی کانگریس کے رکن جان مکین نے کہا کہ چھ ماہ گزرنے کے باوجود ٹرمپ انتظامیہ نے اب تک افغانستان اور ایشیا سے متعلق کامیاب پالیسی نہیں بنائی ہے۔ انہوں نے ٹرمپ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ جلد افغانستان سے متعلق اپنی پالیسی اعلان کریں۔ ادھر بلیک واٹر کمپنی کے سربراہ نے مارچ میں کابل انتظامیہ سے مطالبہ کیا تھا کہ انہیں افغان فضائی حدود کے استعمال کی اجازت دی جائے۔ تاہم افغان انتظامیہ نے اب تک مثبت جواب نہیں دیا ہے۔

ٹرمپ افغان جنگ کے حوالے سے اپنی مایوسی کا اظہار کر رہے ہیں کہ گزشتہ چند روز میں قندھار، کابل اور دیگر علاقوں میں متعدد امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں۔ گزشتہ دنوں قندھار میں امریکی فوجی قافلے پر مجاہدین کے ایک فدائی حملے میں 15 امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے تھے۔ پینٹاگون نے تصدیق کی ہے کہ اس حملے میں دو امریکی فوجی ہلاک اور چار زخمی ہوئے ہیں۔ ہلاک ہونے والوں میں 23 سالہ جوناتھن مائیکل ہنٹر اور 25 سالہ کرسٹوفر مائیکل ہارس شامل ہیں۔ جب کہ چار امریکی فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان قاری محمد یوسف احمدی نے حملے کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے کہا کہ انہیں اطلاع تھی کہ امریکی فوج ضلع دامان میں افغان فوج کے ایک تربیتی مرکز کے معائنے کے لیے آرہی ہے۔ جس کو نشانہ بنانے کے لیے ایک فدائی مجاہد نے شورانداام نامی علاقے کے قریب بارود سے بھری گاڑی امریکی فوجی قافلے سے ٹکرا دی، جس کے نتیجے میں دو امریکی فوجی گاڑیاں مکمل طور پر تباہ ہوگئیں۔ اس حملے میں 15 امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے تھے۔ بعد ازاں امریکی اپاچی ہیلی کاپٹروں کے ذریعے زخمیوں اور لاشوں کو وہاں سے منتقل کر دیا گیا۔ قندھار کے گورنر کے ترجمان نے بھی ہلاکتوں کے اعداد وشمار بتانے سے گریز کرتے ہوئے حملے کی تصدیق کی ہے۔ دوسری جانب عینی شاہدین کے مطابق حملے میں دو فوجی گاڑیاں مکمل طور پر تباہ ہوئیں اور متعدد امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ بعد ازاں امریکی فوجیوں نے علاقے کو گھیرے میں لے کر کسی کو وہاں جانے کی اجازت نہیں دی۔ لاشوں اور زخمیوں کو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے منتقل کرنے کے کئی گھنٹے بعد ٹریفک کے لیے راستہ کھولا گیا۔

اس کے ایک روز بعد کابل کے ضلع قرہ باغ میں بھی امریکی فوج پر حملہ ہوا، جس میں متعدد امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے تھے۔ نیٹو نے ایک فوجی کی ہلاکت کی تصدیق کی تھی۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان نے اس واقعے کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے کہا کہ کابل کے قرہ باغ میں نیٹو فوجی تلاشی لے رہے تھے کہ ایک فدائی مجاہد نے موٹر سائیکل کے ذریعے ان پر فدائی حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجے میں گیارہ فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ جب کہ دو فوجی گاڑیاں تباہ ہوئیں۔ اس حملے میں ایک افغان مترجم اور متعدد اہل کار زخمی ہوئے تھے۔ امریکی میڈیا کے مطابق تین امریکی فوجیوں کی ہلاکت کے بعد رواں سال افغانستان میں ہلاک ہونے والے امریکی فوجیوں کی تعداد دس تک پہنچ گئی ہے۔ امریکی تاریخ میں افغان جنگ سب سے طویل جنگ ہے۔ جس کے سولہ سال پورے ہوگئے ہیں۔ اس جنگ میں اب تک 2383 امریکی فوجی ہلاک اور 20ہزار سے زائد زخمی ہوئے ہیں۔ اب بھی افغانستان میں امریکا کے 8400 فوجی تعینات ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ٹرمپ مزید فوجی بھیجنے پر غور کر رہے ہیں۔ تاہم امریکی انتظامیہ میں شدید اختلافات موجود ہیں۔ اس لیے اب تک وہ افغانستان سے متعلق کوئی حکمت عملی وضع کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اس سے قبل سابق صدر اوباما نے بھی افغانستان میں اپنی شکست کا اعتراف کیا تھا۔ اب نئے امریکی صدر ٹرمپ نے بھی ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں اس جنگ کی ناکامی پر شدید مایوسی اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اتنے عرصے تک افغانستان میں لڑنے کے باوجود ہم جیت نہیں سکے تو پھر ہم کب جیت سکیں گے؟

داعشی اسلام کے مطالبات

عابد منصور

داعش جیسی گندی اور منافقت وبطلان سے آلودہ فکر کہیں نہیں دیکھی گئی۔ ان کے نزدیک اپنے مذموم مقاصد تک پہنچنے کے لیے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ جو ذریعہ اختیار کیا جارہا ہے، وہ جائز ہے؟ شریعت اس کے بارے میں کیا حکم دیتی ہے؟ اخلاقی تعلیمات اس بارے میں کیا تعلیم دیتی ہیں؟ کیا سنجیدہ انسانیت اس حوالے سے کوئی مثبت یا منفی رویہ ظاہر کرتی ہے یا نہیں؟

داعشی گندی فکر نے صوبہ جوزجان کے علاقے 'قوشتیپہ' کی ایک مسجد میں امارت اسلامیہ کی 'مقامی قیادت' کو نشانہ بنانے کے لیے حدیث شریف کی ایک مشہور و معروف کتاب 'ریاض الصالحین' میں بم نصب کر رکھا تھا، جسے مجاہدین کی بروقت کارروائی کی وجہ سے دریافت کر کے ناکارہ بنادیا گیا۔

یہ وہ عملی فکر ہے، جسے جنم دینے والی داعشی قیادت سے مُنہ تک جذبات سے بھرے ہوئے عقل کے اندھے اسلحہ بردار توقع لگائے بیٹھے تھے کہ ابوبکر بغدادی نام کا کوئی آدمی دنیا میں خلافت قائم کرے گا۔ ان لوگوں کو یہ تک پتا نہیں ہے کہ خلافت کہتے کس چیز کو ہیں؟ ان کی نام نہاد خلافت کی کشتی مسلمانوں کے خون کا دریا تیر کر قائم ہوتی ہے۔ یہ شخص اپنے اندھے نظریات کے زبردستی نفاذ کے لیے ہر انسانیت سوز اور بے عقلی پر مبنی ذریعہ اختیار کرلیتا ہے۔ یہ طبقہ ہر اُس شخص کو گمراہ اور بے دین سمجھے ہوئے ہے، جس کے لیے اسلام کا صحیح معنوں میں پیروکار ہونا یا نہ ہونا اہم نہیں۔ ہاں البتہ اُس کا داعشی فکر کا غیر حمایتی ہونا کافی ہے۔ ان کے نزدیک تمام کا تمام دینِ اسلام داعشی فکر کی حمایت سے ہی شروع ہو کر اسی پر ختم ہوجاتا ہے۔

اگست کی 16 تاریخ کو داعش کے شامی گروہ کے اپنی جان سے اُکتائے ہوئے ایک رکن نے فلسطین میں یہودیوں سے آزادی کے حصول کے لیے قربانیاں دینے والی جماعت 'حماس' کے کمانڈر 'نضال الجعفری' کو رفح کے بارڈر علاقے میں اس وقت مذموم خودکش حملے کا نشانہ بنایا، جب وہ سرحد پر سیکورٹی کے فرائض انجام دے رہا تھے۔ داعشی کے خودکش حملے میں کئی فلسطینی مسلمان بھی زخمی ہوئے تھے۔ نضال الجعفری حماس کے عسکری ونگ 'القسام بریگیڈ' کے کمانڈر تھے۔ داعشی کے خودکش حملے میں اُن کی شہادت پر پورے فلسطین سمیت تمام مسلمان دکھ محسوس کر رہے ہیں۔ اس خودکش حملے کے حوالے سے فلسطین کی مختلف نوعیت کی تمام نمائندہ جماعتوں اور شخصیات نے شدید مذمت کرتے ہوئے حماس کے ساتھ مکمل یک جہتی کا اظہار کیا تھا۔ شہید نضال کے جنازے کو حماس کے سیاسی شعبے کے سربراہ اسماعیل ہنیہ سمیت جماعت کی مرکزی قیادت نے کاندھا دیا تھا۔

یہ اُن دنوں کی بات ہے، جب داعش کا طوطی ٹیں ٹیں کر کے خونِ مسلم کے دریا پر بغدادی خلافت کی کشتی چلنے کا آلارم بجارہا تھا۔ اُس وقت بہت سے سادہ لوح مسلمان داعش کی ظاہری مار دھاڑ کو شیعت کے خلاف آپریشن سمجھ کر انجوائے کر رہے تھے۔ ابوبکر بغدادی نامی آدمی کے لیے داعش کے جعلی رپورٹیں اور ویڈیو بنانے والے میڈیا کی طرف سے عراق کے کسی شہر میں تازہ بنائے گئے 'چرچ' کی تصویر گردش میں لائی گئی۔ جس میں داعش کی طرف سے دیگر مذاہب والوں کے حوالے سے کھلے ذہن کی عکاسی کی گئی تھی۔ تصویر کے ذیل میں بتایا گیا تھا کہ 'مقامی عیسائی آبادی کو اُن کے مذہبی امور انجام دینے کے لیے داعش کی طرف سے چرچ تیار کر کے دیا گیا ہے۔'

اگر اس پروپیگنڈے کو سچ مان لیا جائے تو پھر اس سچ کو بھی مان لینا چاہیے کہ داعش حقیقت میں اسلام کی ایسی دشمن فکر ہے، جس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ یہ لوگ خود کو دنیا بھر کے سچے اور پکے مسلمان سمجھ کر دوسروں کے لیے کفر وارتداد کے فتوے بانٹ رہے ہیں۔ ان لوگوں کو عیسائیوں کے لیے چرچ بنانا تو یاد رہا ہے، لیکن شام و عراق کی ہزاروں مساجد و مدارس کی تباہی کے وقت ان کے دماغ کی وسعت چونٹی کے بل کے سوراخ سے بھی زیادہ تنگ کیوں ہو جاتی ہے؟! دنیا کا سب سے تنگ نظر اور بے ہودہ فکر والا آوارہ گروہ داعش کے علاوہ شاید ہی کوئی ہو!

عراق کے شہر بغداد کی طرف منسوب کیے گئے ابوبکر نامی شخص کا اسلام اتنا تنگ ہے کہ اُس میں داعشیوں کے علاوہ کسی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس آدمی کا اسلام یہ بھی کہتا ہے کہ جن یہودیوں نے فلسطین سمیت تمام دنیا میں اودھم مچایا ہوا ہے، ان کے خلاف سوچنا تک نہیں ہے۔ البتہ جو لوگ اسرائیل کی ناجائز کارروائیوں کے خلاف سرگرم ہوں، اُنہیں ضرور موت کے گھاٹ اتارنا ہے۔ اِس فتنہ پرور ابوبکر کا اسلام یہ مطالبہ کرتا ہے کہ عیسائیوں کے لیے چرچ بناؤ، یہودیوں کے لیے کنیسا بناؤ، ہندوؤں کے لیے مندر بناؤ، سکھوں کے لیے گوردوارہ بناؤ، شیعوں کے لیے امام بارگاہ بناؤ، بدھ متوں کے لیے مورتیاں بناؤ، لیکن بظاہر خود جس مذہبِ اسلام کے ماننے والے ہو، اسی کے کلمہ گو مسلمانوں کی بنی بنائی مساجد اور مساجد کو تباہ و برباد کر کے رکھ دو۔ اس اسلام کے اولین پیروکاروں کے شام و عراق میں موجود مقدس مزارات کی اینٹ سے اینٹ بجادو۔

یہ عراقی شہر بغداد کی طرف منسوب ابوبکر نامی شخص کا اسلام ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مظلوم امت کی خیر خواہی کے لیے خلافت قائم کرنے کے لیے اپنے گھر سے باہر نکلا ہوا ہے۔ اس کے بارے میں آج کل سننے میں آرہا ہے کہ بغداد کے اس ابوبکر نے اپنے عقل کے اندھے کارکنوں کو 'پھٹنے' کے لیے مسلمانوں کی آبادیوں اور مساجد کی طرف بھیجا ہوا ہے، جب کہ وہ خود امریکی وایرانی بمباری سے بچنے کے لیے کسی اندھے غار میں روپوش ہو کر اپنے مخصوص اسلام کے لیے خلافت کا انتظامی ڈھانچہ مرتب کر رہا ہے۔

ڈیورنڈلائن کے دونوں جانب آپریشن؟

شاہد غزنیوال

رواں سال 2017 جولائی کے آغاز میں امریکی سینیٹر اور کانگریس میں عسکری سروسز کمیٹی کے سربراہ جان مکین اوران کے وفد کے دورۂ اسلام آباد اور کابل کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ مسلح گروپوں کے خاتمے کے لیے ڈیورنڈلائن کے دونوں جانب امریکی فوج کے زیر نگرانی فوجی آپریشن کیا جائے گا۔ اگرچہ امریکی فوج اس خطے میں فضائی اور زمینی آپریشن کر چکی ہے، جس کی وجہ سے بارڈر کے دونوں جانب سیکڑوں افراد شہید اور ان کے گھر تباہ ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ اب ایک بار پھر پوری تیاری سے آپریشن کیوں کرنا چاہ رہے ہیں؟ اسے مستقبل میں واشنگٹن کی نئی اسٹریٹیجی کا حصہ بنایا جائے گا۔ اس کے اپنے زمینی اور امکانی مدلولات ہیں، جن کی جانب ذیل میں اشارہ کیا جائے گا۔

(الف) افغانستان میں امریکی جارحیت پسندوں کے خلاف عوامی مزاحمت اب ایسے مرحلے پر داخل ہوگئی ہے، جسے خاموش کرانا امریکی جارحیت پسندوں اور ان کے داخلی کٹھ پتلیوں کے بس سے باہر ہے۔ امریکا اور عالمی سطح پر سب سے مقتدر فوجی اتحاد نیٹو اپنی عسکری بالادستی کے باوجود افغان عوام کی اس مزاحمتی قوت کا خاتمہ نہیں کر سکے۔ امریکا کی اس بے بسی کو خود امریکی عوام اور عالمی دنیا بھی محسوس کر چکی ہے۔ حتی کہ اقوام متحدہ بھی اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ مجاہدین آدھے افغانستان پر کنٹرول قائم کر چکے ہیں۔ یہ امریکا کے دفاعی حکام کے لیے بڑی ناکامی اور شرم ساری کا باعث ہے۔ یہ لوگ اپنی شکست اور شرمندگی چھپانے اور عوام کی توجہ کسی دوسری جانب مبذول کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ افغان عوام کی اس مزاحمت کو افغانستان سے باہر ایک غیر افغانی مزاحمت ثابت کرکے دوسرے ممالک کی جانب منسوب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ امریکا نے پورے 17 سال افغانستان میں گزار لیے ہیں۔ اس طویل عرصے میں ایک دن بھی اس کے لیے کسی مزاحمت اور مقابلے سے خالی نہیں رہا۔ اگر واقعۃً جیسا کہ یہ لوگ سمجھ رہے ہیں، یہ تحریک باہر سے چلائی جا رہی ہے تو انہیں آغاز ہی سے اسی منبع کے خلاف کارروائی کرنی چاہیے تھی۔

(ب) امریکا بارڈر کے دونوں جانب مسلح افراد کے تعاقب اور آپریشن کے بہانے پشتون عوام کو مارنا چاہتا ہے، جن کی سرشت اور خمیر میں اسلام کی محبت موجود ہے۔ امریکا سرحد کے دونوں جانب پچاس کلومیٹر کی حدود میں پشتون علاقوں میں آپریشن کرنا چاہتا ہے۔ کیوں کہ یہ سرزمین تاریخی لحاظ سے کئی نسلوں سے اسلام کے لیے قربانیاں دیتی آ رہی ہے۔ اسی جرم کے باعث انہیں ہر دور میں ترقی کی ہر طرح کی سہولیات سے محروم رکھا گیا ہے۔ اب امریکا فوجی آپریشن کر کے اس خطے کو مستقلاً اپنے کنٹرول میں لانا چاہتا ہے۔ اس خطے کو فضائی اور زمینی حملوں سے تباہ کرنا چاہتا ہے، تاکہ امریکی عوام کو بتایا جا سکے کہ ہمارے خلاف مزاحمت افغان عوام کی نہیں تھی، بلکہ یہ ڈیورنڈ کے باہر سے چلائی جا رہی تھی۔ ڈیورنڈلائین کے دونوں جانب آپریشن سے امریکا کے یہی دو اہداف ہیں، تاکہ اس بہانے چترال سے بولان تک آباد غیور پشتون عوام کو اور بھی اذیت دی جائے۔ بچوں اور بوڑھوں کو ڈرون حملوں اور نائٹ آپریشن کا ہدف بنایا جا سکے۔ یہ ظالمانہ عسکری کارروائیاں دراصل غیور پشتونوں کے خلاف امریکی جارحیت کا دوسرا مرحلہ ہیں، جو خطے میں ان کے کٹھ پتلیوں اور حامیوں کے ہاتھوں شروع ہونے جا رہا ہے۔ ان شاء اللہ ان سب کے نتیجے میں ایسی ناکامی اور رسوائی اُن کی قسمت میں لکھی گئی ہے، جیسے 2001 میں افغانستان پر وحشیانہ جارحیت کے نتیجے میں سامنے آئی ہے۔

بارڈر کے دونوں جانب رہنے والے غیور پشتونوں کو چاہیے کہ اپنی واضح مخالفت اور مقاومت سے اس امریکی سازشی پلان کو ناکام کریں۔ امریکی دنیا کی مکار ترین قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ اس طرح کی مصنوعی حیلوں کے ذریعے پہلے کسی علاقے میں داخل ہوتے ہیں، پھر تدریجاً اپنے شریر اور شیطانی منصوبوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ افغانستان پر حملہ ان کی شیطانیت وشرارت کی زندہ مثال ہے۔ وہ یہاں بقول ان کے دہشت گردوں کے خاتمے، قانون کی حاکمیت اور منشیات کے خاتمے کے لیے آئے تھے، مگر اب انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ افغانستان میں بیس سے زیادہ دہشت گرد گروپ ہیں، جن کا خاتمہ ان کے بس میں نہیں ہے۔ ان کے ہاتھوں بنی ہوئی حکومت فساد، لاقانونیت اور بدامنی میں عالمی سطح پر پہلے نمبر پر ہے۔ اسی طرح ان کی جارحیت کے بعد افغانستان عالمی سطح پر منشیات پیدا کرنے کے ایک بڑے مرکز میں تبدیل ہوگیا ہے۔ ڈیورنڈلائن کے دونوں اطراف کے (جو اب تک دشوار گزاری کی وجہ سے امریکی جارحیت پسندوں کے وجود سے پاک تھے) غیرت مند عوام کو چاہیے کہ پوری قوت سے ان کے وہاں جانے اور فوجی آپریشن کرنے کی روک تھام کی جائے۔ کیوں کہ امریکی چاہتے ہیں کہ آپریشن کے ذریعے انگریزوں کے اُس سیکڑوں برس پرانے خواب کو تعبیر دی جائے، جو انہوں نے اس متحدہ خطے کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کے لیے دیکھا تھا۔

فاریاب، پکتیا، فراہ اور بغلان میں تازہ فتوحات

خلیل عزیز

امارت اسلامیہ کی جانب سے افغانستان کے طول و عرض میں نہایت کامیاب حکمت عملی اور جذبۂ جہاد سے سرشار مجاہدین کی کوششوں کے ذریعے جاری منصوری آپریشن اپنے منطقی نتائج کی طرف رواں دواں ہے۔ حالیہ چند فتوحات تذکرہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالی کے خصوصی فضل سے صوبہ فاریاب کے اہم ضلع لولاش کی تمام عمارتوں پر امارت اسلامیہ کا سفید پرچم لہرا رہا ہے۔ اس فتح نے امارت اسلامیہ کی قوت و طاقت کو ثابت کر دیا ہے۔ موصوہ رپورٹس کے مطابق ضلع لولاش کے آپریشن میں دشمن کے درجنوں فوجی زخمی اور مارے گئے، جب کہ بھاری مقدار میں اسلحہ مجاہدین کے ہاتھ آیا۔

صوبہ فاریاب افغانستان کے شمال میں کابل سے 825 کلو میٹر دور اور ترکمانستان سے طویل سرحدی پٹی پر پھیلا زرخیز علاقہ ہے۔ ضلع کوہستان کا ہیڈکوارٹر صوبہ فاریاب کے ضلع لولاش سے 125 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مذکورہ ضلع زراعت کی فراوانی اور سرسبزی و شادابی کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہے۔ بلند و بالا چوٹیوں کی وجہ سے ہی اسے کوہستان کہا جاتا ہے۔ یہ علاقہ سُرپل کے ساتھ متصل ہے۔

کہا جا رہا ہے کہ مذکورہ ضلع سوویت یونین کے دور میں اپنی اسٹریٹجی اہمیت کے پیش نظر ہمیشہ جہاد کا مرکز اور مجاہدین کے زیر نگیں رہا ہے۔ فاریاب کے مرکز لولاش پر مجاہدین نے ایسے وقت میں کامیابی حاصل کر کے اسے اپنے زیر نگیں لایا ہے کہ گزشتہ دنوں مجاہدین نے صوبہ فراہ کے ضلع پشت کوہ اور پکتیا کے ضلع جانی خیل، بغلان کے ضلع گزر گاہ نور جیسے مراکز پر بھی فتح پا کر دشمن کو جانی و مالی نقصان پہنچایا۔ فاریاب، فراہ، پکتیا اور بغلان کو صرف 24 گھنٹوں کے دوران فتح کرنا ایک طرف منصوری آپریشن کی کامیابی کی دلیل ہے تو دوسری طرف افغانستان میں امارت کی عسکری طاقت کی بھی دلیل ہے۔ یہ طاقت و فتح دشمن کے ان خود ساختہ پروپیگنڈوں کی قلعی کھول دینے کے لیے کافی ہے، جن میں مجاہدین کی جنوب میں حاصل کردہ فتوحات کو ہمسایہ ملک پاکستان کی کارستانی قرار دیا جاتا ہے، تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کے ذہنوں کو تبدیل کیا جا سکے۔ مجاہدین کے ہر حملے کے بعد کہا جاتا ہے کہ حملہ آور پاکستان سے آئے تھے۔ اب دیکھتے ہیں کہ کابل کی ناکام انتظامیہ اور حکام لولاش کی فتح کو کیا نام دیتے ہیں؟ اب بھی اگر یہ کہا جائے کہ حملہ آور لولاش کی فتح کے لیے 900 کلومیٹر دور ہمسایہ ملک سے تربیت حاصل کر کے آئے تھے یہ کٹھ پتلی حکومت کی پرلے درجے کی حماقت ہے۔

دوراندیشی پر مبنی ٹرمپ کے نام خط

مجاہد افغان

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ تقوی کی حقیقت کیا ہے؟ صحابی نے سائل سے دریافت کیا کہ آپ نے کبھی کانٹوں بھرے راستے پر سفر کیا ہے؟ سائل نے جواب دیا جی ہاں! صحابی نے پوچھا کانٹوں بھرے راستے پر سفر کس طرح کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب کانٹوں کو دیکھتا تو کبھی جمپ لگاتا۔ کبھی دامن تھام کر چلتا اور کبھی کوئی اور طریقہ اپناتا۔ ہر ممکن طریقے سے خود کو کانٹوں بچانے کی کوشش کرتا۔ صحابی نے بتایا کہ 'تقوی بھی یہی ہے کہ پُر فتن دور میں تمام فتنوں سے خود کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے۔

آج کے دور میں کوئی بھی مذہبی کام اور خاص طور پر اسلامی کاز کے لیے سیاسی اور جہادی جدوجہد کرنا اتنا مشکل کام ہے، جس طرح کوئی شخص کانٹوں سے بھرے راستے پر سفر کرتا ہے۔ اسلام پسندوں کے راستے میں فتنوں اور دشمنوں کے اتنے زیادہ کانٹے ہیں، جن سے بچنا نہایت مشکل ہے۔ ان کانٹوں سے بہ حفاظت گزرنے اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے گہرائی، دوراندیشی، تحمل اور تدبر کو اختیار کرنا ہوگا۔ بہت سی اسلامی تحریکیں اس لیے بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہوگئیں کہ انہوں نے دشوار گزار راستوں پر چلنے کے لیے تدبر نہیں کی تھی۔ راستے میں پیش آنے والی مشکلات پر گہرائی سے غور نہیں کیا تھا۔ کوئی بہترین منصوبہ بندی عمل میں نہیں لائی تھی۔ بیشتر جہادی گروپس اس لیے ناکام ہوئے کہ وہ ہر شخص اور گروپ کے ساتھ جھگڑا اور تنازع کرنے کے لیے حاضر کھڑے تھے۔ جب کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپ جنگ کی تمنا نہ کریں۔ البتہ اگر جنگ مسلط کر دی جائے تو پھر استقامت کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے جوانوں کی قربانیوں کی بدولت قائم ہونے والی تحریکیں غیر ضروری تنازعات کے باعث تباہ ہوگئیں۔ انہوں نے راہ حق کے لیے قربانیاں بھی دیں، مگر اپنے اصل اہداف حاصل کرنے میں ناکام رہیں۔ کیوں کہ ہماری جدوجہد صرف اس لیے نہیں کہ ہم قربانیاں دیں اور ہمارے دشمن ہماری قربانیوں پر خوشیاں منائیں۔ ہماری جدوجہد ایک مقصد کے لیے ہے۔ ہم رضائے الہی کا حصول اور اسلامی نظام کا نفاذ چاہتے ہیں۔ حقیقی کامیابی یہی ہے کہ دین پر آسانی سے عمل کرنے کے لیے اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ کیا جائے۔ امارت اسلامیہ کا شمار ان تحریکوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے دیگر معاصر تحریکوں کی نسبت طویل جدوجہد کی ہے۔ اس کی قوت اور حیثیت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ اس تحریک نے موجودہ دور میں پہلی بار دنیا کے سامنے اسلامی نظام کے عملی نفاذ کی مثال پیش کی ہے۔ دوسری جانب امریکا جیسی طاقت کو بھی حیرت انگیز اور رسوا کن شکست سے دوچار کیا ہے۔

مَیں سمجھتا ہوں مجاہدین نازک دور سے گزرنے کے باوجود کامیابی کی جانب گامزن ہیں۔ ان کی بقا کا راز اس میں ہے کہ وہ بندوق بردار ہونے کے باوجود عقل اور دانش سے کام لے رہے ہیں۔ ان کی نظریں اپنے اعلی اہداف پر جمی ہوئی ہیں۔ منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے مختلف جائز تدابیر استعمال میں لاتے ہیں۔ غیر ضروری امور پر اپنی صلاحیت اور طاقت صرف نہیں کرتے۔ امارت اسلامیہ طویل جہادی تجربے کے ساتھ سیاسی جدوجہد پر بھی یقین رکھتی ہے۔ امارت کے سرکاری اعلامیے تمام جہادی تحریکوں کے مقابلے میں نرم، معقول اور مدلل ہوتے ہیں، جو اس کی دوراندیشی اور ہر قسم کے واقعات سے نمٹنے کے لیے بہترین حکمت عملی اپنانے کا واضح ثبوت ہیں۔ کہاوت ہے کہ جو دریا گہرا نہیں ہوتا، اس میں بہنے والا پانی شور کرتا ہے۔ جو دریا گہرا ہوتا ہے، اس کا پانی آرام اور سکون سے بہتا ہے۔ امارت کے اعلامیوں کی بھی گہرے دریا والی خصوصیت ہے۔ ان میں بلند بانگ دعوے، بے جا الزامات اور پروپیگنڈے شامل نہیں ہوتے، جو ان کی صلاحیت اور دوراندیشی پر دلالت کرتے ہیں۔

امارت کی جانب سے امریکی صدر ٹرمپ کے نام کھلا خط نہایت مناسب الفاظ، معقول طریقے اور منطقی انداز میں لکھا گیا ہے، جس کے تمام مندرجات دلیل پر مبنی ہیں۔ خط میں افغانستان بارے اپنا نقطہ نظر بہترین انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں اگر ٹرمپ اس خط کے بعد امریکی تاریخ کی سب سے طویل جنگ کے خاتمے کا اعلان کر کے اپنے دماغی توازن کے درست ہونے کا ثبوت پیش کریں۔ اگر وہ جنگ پر اصرار کرتے ہیں تو خط کے مطابق 'وہ افغانستان میں ماضی کے تجربے کی طرح صرف جانی اور مالی نقصانات کی توقع رکھیں۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔

مسجد اقصیٰ مسلم حکمرانوں کی غفلت کی شکار

بشیر احمد

گزشتہ جمعے کو اسرائیلی فوج نے ظلم، وحشت اور سربریت کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مسلمانوں کے قبلۂ اول 'مسجد اقصیٰ' میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جانے والے چند نوجوانوں کو شہید کر دیا، جس کے رد عمل میں مسلمانوں نے بھی دو اسرائیلی فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ جس پر اسرائیلی حکومت نے سربریت کی انتہا کرتے ہوئے قبلہ اول میں مسلمانوں کے داخلے پر پابندی لگادی۔ مسلمانوں کو نماز جمعہ ادا کرنے سے روکا گیا۔ مسجد اقصیٰ جانے والے تمام راستوں کو سیل کر دیا گیا۔ اس اقدام سے القدس شہر کے پرانے حصے کا مواصلاتی رابطہ مکمل طور پر ملک کے دیگر علاقوں سے منقطع ہو گیا۔ جس پر مصر کی مشہور اسلامی یونیورسٹی جامعہ ازہر کی جانب سے ایک اعلامیہ جاری کیا گیا، جس میں لکھا تھا کہ اسرائیلی فوج اس اقدام سے فلسطین میں اپنے توسیع پسندانہ عزائم کو قانونی حیثیت دینے کی کوشش کرتی ہے، تاکہ وہ اس نمائشی صورت حال سے فائدہ اٹھاسکے۔

فلسطین کے مظلوم مسلمانوں پر گزشتہ سات دہائیوں سے اسرائیل کی طرف سے ظلم و سربریت کا سلسلہ جاری ہے۔ اسرائیلی حکومت نے ہمیشہ تمام انسانی اور بین الاقوامی قوانین کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ وہ کھلم کھلا اقوام متحدہ کے چارٹر کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اسی وجہ سے فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کو آج کرۂ ارض پر سب سے زیادہ بے بس، مظلوم اور بے دفاع عوام سمجھا جاتا ہے۔ جو طالب علم تاریخ اور جغرافیے کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیت المقدس شہر میں یہودی ریاست کی ناجائز تعمیر اور توسیع کی وجوہات اور عوامل، نصف صدی قبل کے زمینی حقائق، مختلف مقامات اور مختلف اوقات اور حالات کا مطالعہ کرے۔ برطانوی استعمار نے اپنے سیاسی برتری کے دور میں دنیا کی سب سے ذلیل قوم یہود کو مشرق وسطیٰ میں زمین کا ایک ٹکڑا دینے کی منظم سازش کی، جس کے نتیجے میں 1948ء میں اقوام متحدہ نے صہیونی ریاست بنانے کی باضابطہ اجازت دے دی۔ جس پر بین الاقوامی استعماری قوتوں کی سازشوں کی وجہ سے اسرائیل ایک مضبوط ریاست کے طور پر دنیا کے نقشے پر سامنے آیا۔ اب وہ خود کو فوجی، سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے بااختیار بنانے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ اگر آج فلسطین کی موجودہ سرزمین کا موازنہ سابقہ جغرافیائی حدود سے کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اسرائیل نے بہت مختصر عرصے میں بین الاقوامی استعماری قوتوں کی حمایت سے فلسطین کے کتنے فیصد علاقے پر ناجائز قبضہ کر لیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ فلسطینی علاقوں پر اسرائیل کا قبضہ قانونی، اخلاقی اور تاریخی نگاہ سے کسی طور جائز نہیں ہے۔ اس اسرائیلی غیر قانونی اور غیر اخلاقی اقدام کے باعث فلسطینی عوام کو مختلف چیلنجز کا سامنا ہے۔

دوسری جانب دنیا میں غیر جانب دارانہ حلقوں نے ہمیشہ اسرائیلی قبضے کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ فلسطینی سرزمین پر اسرائیل کی جانب سے ناجائز قبضے کو بلاجواز اقدام قرار دیا ہے۔ گزشتہ ماہ اقوام متحدہ کے تحت یونیسکو نے ایک بار پھر فلسطین کے حق میں آواز بلند کرتے ہوئے علان کیا کہ اسرائیل کو بیت المقدس پر قبضہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، کیوں کہ یہ فلسطینی عوام کی ملکیت ہے۔ بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اول اور تیسرا مقدس مقام ہے۔ جس پر یہودی حسد کرتے ہوئے چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے اس مقدس، بابرکت اور قابل فخر روحانی مقام پر قبضہ جما لیا جائے۔ جو لوگ اس مقدس مقام کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں،

انہیں عالمی دباؤ کے نتیجے میں یہاں سے بے دخل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بد قسمتی سے سادہ لوح مسلمانوں کی غفلت اور اغیار کی سازشوں کی وجہ سے یہودی اتنے دلیر ہوگئے ہیں کہ وہ مسجد اقصیٰ کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس مقصد کے کے لیے 1962 میں بیت المقدس کو آگ لگانے کی سازش کی تھی۔ اب وہ اس کوشش میں ہیں کہ ٹیکنالوجی کی مدد سے مسجد اقصیٰ کو (اللہ حفاظت فرمائے) شہید کر دیا جائے۔ ستم ظریفی یہ کہ اسرائیل یہ سب کچھ اقوام متحدہ اور بین الاقوامی قوتوں کے زیر سایہ کر رہا ہے۔ حالانکہ اقوام متحدہ کا قیام دنیا میں برادر اقوام اور ممالک کے درمیان باہمی رواداری، مذاہب کے احترام، ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور خاص طور پر کمزور اور غریب ممالک پر بالادست قوتوں کی جارحیت کو ختم کرنے کے لیے عمل میں لایا گیا تھا۔ لیکن عملی طور پر دنیا بااثر قوتوں کے نرغے میں ہے۔ اقوام متحدہ امریکہ کی لونڈی کا کردار ادا کر رہا ہے۔ اسے استعماری قوتوں کے اہداف اور مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بین الاقوامی دنیا کے بااثر ممالک کی سازش اور مطالبے پر دہشت گردی کو مسلمانوں سے جوڑنے اور اسلام کو ایک دہشت گرد مذہب کے طور پر متعارف کرایا جاتا ہے۔ جو مسلمان دنیا کی استعماری قوتوں سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جدوجہد اور جہاد کر رہے ہیں، نو آبادیاتی نظام کے خلاف اپنے لیے انسانی حقوق کا مطالبہ کر رہے ہیں، انہیں بین الاقوامی برادری کی جانب سے دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے۔ دوسری جانب جو لوگ درحقیقت دہشت گردی کرتے ہیں، انسانوں کا بے جا قتل کرتے ہیں، معصوم بچوں کو مارتے ہیں، مسلم ممالک پر قبضہ کرتے ہیں، ان پر چشم پوشی کی جاتی ہے۔ اسی طرح مشرق وسطیٰ میں حالیہ مشکلات، جنگیں اور چیلنجز درحقیقت اسرائیل کا حوصلہ بڑھانے کے اسباب ہیں۔ استعماری قوتوں نے مسلم ممالک میں ایک منظم سازش کے تحت افراتفری پیدا کی ہے، جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسرائیل کو کھلی چھوٹ دی گئی ہے۔ اسرائیل نے فلسطینی مسلمانوں کے شہروں کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا ہے، جس پر پوری دنیا بالخصوص اسلامی ممالک کے حکمران خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

دنیا میں کوئی ملک اسرائیلی جارحیت اور مظالم کے خلاف آواز اٹھا سکتا ہے اور نہ ہی فلسطینی مسلمانوں کی مدد کر سکتا ہے۔ کیوں کہ نتیجۃً اس ملک پر اقوام متحدہ کی جانب سے پابندی عائد کی جائے گی۔ حتیٰ کہ کوئی بھی ملک فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کو خوراک فراہم کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا، جب کہ اسرائیل کو پورا حق دیا گیا ہے کہ وہ مظلوم فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام کرنے کے لیے دنیا کے کسی بھی ملک سے مہلک ہتھیار خرید سکے۔ نئی ٹیکنالوجی اور جوہری ہتھیار حاصل کرے، تاکہ اسرائیل فلسطینی مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں آزادانہ طریقے سے قتل کر سکے۔ اس سے بڑھ کر سربریت کیا ہو سکتی ہے؟ اس وجہ سے فلسطینی مظلوم اور مجبور مسلمان معمولی وسائل سے اپنے خطے کے دفاع کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ جب کہ اسرائیل ٹینکوں اور بڑے ہتھیاروں کے ذریعے جارحیت کر کے فلسطینی مسلمانوں کی سرزمین پر ناجائز طریقے سے قبضہ کر رہا ہے۔

عالمی میڈیا اسرائیل کے حق میں پروپیگنڈا کر رہا ہے۔ مسلمانوں کے دفاع پر تنقید اور اسرائیل کی جارحیت کو جواز فراہم کرتا رہتا ہے۔ بین الاقوامی برادری یاد رکھے! دنیا بھر کے مسلمان حساس اور ہوشیار ہیں۔ وہ عالم اسلام کے حالات قریب سے دیکھ رہے ہیں۔ قبلہ اول کے خلاف اسرائیلی جارحیت کے باعث مضطرب اور پریشان ہیں۔ عالمی قوتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ دنیا بھر کی مظلوم اقوام کے ساتھ انصاف کرے۔ اسلامی ممالک کے حکام آپس کی رنجشیں ختم کریں۔ انہی حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کے باعث آج دنیا بھر میں مسلمان کفار کے زیر عتاب ہیں۔ وہ فلسطین کا مسئلہ عالمی فورمز پر اجاگر کرنے کے بجائے خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ بد قسمتی سے اسلامی ممالک کے حکمران مسلمانوں کے حقوق کا دفاع کرنے کے بجائے اپنے اقتدار کو طول دینے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ قبلہ اول کے احترام کی خاطر ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ صہیونی جارحیت کے خلاف عملی میدان کا حصہ بنے۔

مجاہد بھائیوں سے گزارش ہے

جمال الدین ادیب

جہاد ایک ایسا موضوع ہے، جس کے لیے دل میں درد اور دماغ میں فکر کی کرنوں کی موجودگی ضروری ہے۔ اس کے لیے ضروری طور پر اختیار کی گئی فرصت بھی نہایت ناگزیر ہے۔ کیوں کہ جہاد کسی شخص کا عقلی واختراعی فلسفہ ہے نہ ہی کسی کی ذاتی منفعت ومفاد کا ذریعہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کی راہ ہے۔ جہاد بدامنی اور فساد کو جڑ سے اکھاڑنے کا راستہ ہے۔ غصب اور جبر واستحصال کے خاتمے کے لیے ایک حکم ہے۔ یہ اسلامی دعوت کی راہ سے رکاوٹوں کو ختم کرتا ہے۔ اسی میں امت کی بقا کا راز مضمر ہے۔ جہالت کے تمام نظریات کا خاتمہ کرتا ہے۔ جہاد ہی مسلمانوں کے امیدوں کی تکمیل کا نام ہے۔

ہمارے کچھ بھائیوں نے ایک جاہلی نظام کے خلاف ہماری شروع کی ہوئی جدوجہد کو بھلا دیا۔ ان کے ذہنوں سے یہ بات محو ہوگئی کہ ہم اسلامی نظام کی حاکمیت کے لیے نکلے ہیں۔ عدل وامن اور خوش حالی لانا ہماری پہلی ترجیح ہے۔ اپنے گریبانوں میں جھانکیں کہ اپنے اس دعوے کے ثبوت کے لیے ہم نے کس حد تک کوشش کی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہماری صفوں میں موجود ہمارے کچھ بھائیوں نے جہادی راہ سے کج روی اختیار کی ہو۔ وہ اپنے من کی خواہشات کے تابع ہو کر جہاد کر رہے ہوں! مسلمان صرف مادی فوائد کے حصول سے راضی اور خوش نہیں ہوتے، بلکہ وہ دن رات میں پیش آنے والے احکام سے متعلق شریعت کے مطابق رہنمائی چاہتے ہیں۔ نظام عدل قائم ہو۔ امن وامان کا قیام یقینی ہو۔ آزادانہ طریقے سے پنج وقتہ نماز ادا کر سکیں۔ مظلوم کو بروقت انصاف پہنچ سکے۔ وہ ظالم کی دست برد سے محفوظ ہوں۔ جہاد میں شہید ہونے والوں کی ماؤں، بیواؤں، یتیموں اور دیگر اہل وعیال کی مصیبت کے وقت حال احوال دریافت کیا جائے۔ صاحبِ ثروت کو غریب مسلمانوں کی مدد پر آمادہ کیا جائے۔ تمام مسلمان اپنی جان ومال کے تحفظ کے حوالے سے مطمئن ہوں۔

ہم ایک جاہلی نظام کی عمارت توڑنے نکلے ہیں۔ اس کی جگہ اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ اسلامی نظام کے نفاذ کا مختصر مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے دین و دنیا کے تمام معاملات سنوار جائیں۔ دین ودنیا کے تمام معاملات شریعت کی روشنی میں ترقی کرتے جائیں۔ دین ودنیا کے معاملات کی اصلاح ہو۔ اسلامی نظام کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم جہاد کا علم بلند کریں اور کامیابی ملنے پر اپنی خواہشات کے تابع بن کر رہ جائیں۔ اگر ہم ایسے ہی رہیں گے تو ناکامی ہمارا مقدر ہوگی۔ ہم اپنی طرف سے کوئی حکم چلائیں گے اور نہ ہی اپنی مرضی کا نظام نافذ کریں گے۔ یہی سوچ اور یہی عزم اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے ہماری استعدادوں میں نکھار پیدا کر سکتا ہے۔

اس عزم کے ساتھ ہمیں ایک اور فکر کی بھی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ انفرادی طور پر بھی کچھ کیا جا سکتا ہے۔ ایک لمحے کے لیے ہم سوچیں کہ ایک گھر بھی ایک شخص انفرادی طور پر بھی نہیں سنبھال سکتا تو ایک وسیع علاقہ، ضلع یا صوبہ کیسے سنبھال سکتا ہے؟ اسی فکر کے ذریعے دوسرے مجاہدین بھائیوں کو تسلیم کریں گے۔ دوسرے مجاہد بھائی کے لیے محبت کا پیغام دل میں رکھیں۔ کاندھے سے کاندھا ملا کر دشمنان اسلام کا مقابلہ کریں۔ اسلامی اخوت، اسلامی نظام کی بنیاد ہے۔ جب اسلامی اخوت نہیں ہوگی تو جس طرح پہلے مجاہدین سے فتح کیا ہوا افغانستان ہاتھ سے نکل گیا۔ ہمارا بھی وہی حشر ہوگا۔ اگر ہم فتح کیے ہوئے گھر میں ایک دوسرے کے پیچھے پڑے رہیں تو وطن برباد، دین معطل، شریعت پامال، نظام زمین بوس، امن ناپید اور آبادی اور خوش حالی ایک امید ہی رہے گی۔ اللہ نہ کرے ہمیں اس صورت حال کا سامنا ہو۔

ہم عدل، امن اور مسلمانوں کی خوش حالی کے حصول کو اپنی جدوجہد کا مقصد قرار دیں۔ اسے نہایت بے صبری سے حاصل کریں۔ مسلمانوں کے بھائی، بہنیں، والدین، بیوائیں اور یتیموں کے چہروں پر مسکراہٹیں بکھیریں۔ انہیں عید کی خوشیوں میں شریک کریں۔ اس عید میں خوشیوں اور اخوت کی رونقیں بحال کریں۔ تاریخ میں اپنا نام روشن کرنے کے لیے وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔

ہیمبرگ: امریکی تذلیل کا اجلاس

خلیل عزیز

حالیہ دنوں جرمنی کے دوسرے بڑے شہر ہیمبرگ میں دنیا کے 20 ترقی پذیر ممالک کے سربراہان کا اجلاس ایسے حالات میں ہوا، جن کا آپس میں کوئی اتفاق اور عملی فیصلہ نہ ہو سکا۔ یہ اجلاس 2008 سے ان 20 ممالک کے درمیان منعقد ہوتا آرہا ہے، جن کے ہاتھ میں دنیا کی 85 فیصد معیشت ہے۔ جن کا مقصد عالمی اقتصادیات اور تجارت کو منظم بنانا اور ترقی دینا ہے۔ ماضی میں اس اجلاس کی صدارت اور اہم فیصلوں کا ڈیزائن امریکا کے ہاتھوں میں تھا، مگر حالیہ فیصلہ ایسے حالات میں ہوا کہ اجلاس کے اکثر شرکاء کا مؤقف امریکا کے خلاف تھا۔ حتیٰ کہ امریکی صدر ٹرمپ کی جانب سے پیش کیے گئے خیالات بھی اجلاس کے شرکاء کی عدم رضامندی اور جذباتیت کا شکار ہوگئے۔ صدر ٹرمپ کی باتیں اور مطالبات بجائے بجائے یہ کہ عالمی تجارت اور مصنوعات کے پھیلاؤ کے حوالے سے مساویانہ فارمولے پر مبنی ہوتے، مگر اس کے برعکس ان کی ساری توجہ امریکی معیشت اور امریکی مفادات پر مرکوز تھی۔ جس نے اجلاس کے دیگر 19 ممالک کے رد عمل اور جذبات کو برانگیختہ کر دیا۔ نتیجتاً امریکا پر الزام لگایا گیا کہ وہ عالمی معیشت کو دھوکہ دے رہا ہے۔

ٹرمپ کی اہم تجاویز اس نکتے کے گرد گھومتی رہیں کہ بہت سے ممالک کے درمیان مشترکات اور مشترکہ فیصلے عالمی تجارت کو ترقی نہیں دے سکتے۔ ان کے مطابق امریکی معیشت کو عالمی تنظیموں جیسے نیٹو، یورپی اتحاد اور دیگر بنیادوں کے مشترک فیصلوں نے شدید نقصان پہنچایا ہے۔ امریکا کے وسیع مالی سرچشموں کو اپنے اختیار میں لے لیا ہے۔

ٹرمپ کی بنیادوں سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ہیمبرگ اجلاس کی اہمیت اور اثرورسوخ کے قائل نہیں ہیں۔ روسی صدر پیوٹن نے اس اجلاس سے خطاب کے دوران امریکی سیاسیات پر شدید تنقید کی، خصوصاً ٹرمپ کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ عالمی تجارت میں مساوات کی بات کرتے ہیں، مگر یہ معلوم نہیں کہ یہ شرائط عالمی مالی اور معاشی فیصلوں پر کس طرح نافذ ہوں گی؟ پیوٹن کا اشارہ یوکرائن کی وجہ سے روس پر لگائی جانے والی اقتصادی پابندیوں کی جانب تھا۔ اس بار G20 اجلاس کے رکن ممالک بہت حد تک ایک دوسرے کے حریف بن کر کھڑے تھے۔ اس کے علاوہ بہت سے ممالک کی یہ کوشش تھی کہ اجلاس کے دوران اپنی طاقت اور اثر و رسوخ کا مظاہرہ کیا جائے۔ ایک دوسرے کے مقابلے میں امتیازی حیثیت حاصل کی جائے۔ چینی صدر نے ہیمبرگ جانے سے پہلے ماسکو کا دورہ کیا، جس کا مقصد اجلاس کے حوالے سے امریکا کے خلاف دونوں ممالک کا مشترک مؤقف ثابت کرنا تھا۔ اسی طرح اس اجلاس سے دو روز قبل یورپین سوسائٹی نے چین اور جاپان سے مشترکہ تجارت اور مالی لین دین کے حوالے سے عمدہ معاہدوں پر دستخط کیے تھے۔ اسی طرح امریکی صدر ٹرمپ، بجائے اس کے کہ ہیمبرگ چلے جائیں، انہوں نے پولینڈ میں اجلاس کیا اور پولینڈ کے ساتھ امریکی میزائلوں کی تنصیب کا معاہدہ کیا۔ اس معاہدے سے ٹرمپ کا مقصد جنگ کے میدان میں امریکا کی نئی سرگرمی اور خودنمائی کا اظہار تھا۔ جس سے ہیمبرگ کے شرکاء کو یہ پیغام دینا تھا کہ امریکا کا راستہ اور سفر ان سے الگ ہے۔

G20 اجلاس اپنے ایجنڈا کے حوالے سے کسی عالمی اتفاق اور قرارداد کے بغیر ہی ختم ہو گیا، بلکہ تنظیم کے دیگر 19 ممالک کی جانب سے باقاعدہ اور بے قاعدہ طور پر امریکا کے خلاف محاذ آرائی اور اس مقام کو گرانا تھا، جو گزشتہ سالوں میں اجلاس کے دوران امریکا کو حاصل رہا تھا۔ بایں معنی کہ امریکا جو چاہتا تھا، 19 ممالک ان سے کسی قسم کی مزاحمت نہیں کرتے تھے۔ اس لیے اکثر ماہرین کہتے ہیں کہ ہیمبرگ اجلاس اس بار جی 20 نہ تھا، بلکہ 'G0' یا G1+19 تھا۔ بالفاظ دیگر ہیمبرگ کے اجلاس میں سب سے اہم موضوع امریکا کو ذلیل کرنا۔

صلح کے سوداگر ڈاکٹر زلاند

ڈاکٹر فیض محمد زلاند

بد قسمتی سے جنگ انسان کی تمام آرزوؤں کا خون کر دیتی ہے۔ جنگ نے افغانوں سے بھی بہت کچھ چھین لیا ہے۔ گزشتہ سولہ سالوں سے سوداگری کی تمام اقسام آزما لی گئیں۔ ہسپتال اور اسکولوں سمیت سب اسباب زندگی سیاست کی نذر ہو گئیں۔ اگر افغانستان کی تاریخ پر طائرانہ نظر دوڑائیں تو معلوم ہو گا کہ ایک بہت بڑی تعداد، جو کل تک کوئی بہت بڑے تاجر تھے اور نہ ہی آج کوئی بڑے بزنس مین ہیں، لیکن آج وہ کابل میں بڑی بڑی کوٹھیوں، جائیدادوں اور فلک بوس عمارتوں کے مالک ہیں۔ سابق حکومت کی بنیاد 'قومی مصلحت' تھی۔ ہر ایک کو رشوت دینا اس کا معمول تھا۔ کرزئی صاحب نے ایک مرتبہ خود کہا تھا کہ 'چوری اور ڈاکے ضرور ڈالو، لیکن افغانستان کا پیسا ملک سے باہر نہ جایا جائے۔' گویا چوری اور ڈاکہ کوئی جرم نہیں ہے۔ جرم صرف یہ ہے کہ یہاں کا پیسا باہر لے جانا۔ یہاں دولت ہی کو سب کچھ تصور کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے چوری اور ڈاکہ زنی کے ذریعے دولت کما کر بھاری بھر کم جسم پیدا کیے اور اب حکومت پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ 'ان کی بھی اپنی ایک 'چیک پوسٹ' ہوتی، تاکہ اس کے ذریعے عوام سے 'چنگی' وصول کر کے مزید مال بنایا جائے۔ انہیں بھی بکتر بند گاڑی اور گن مین بھی مہیا ہو۔ پچیس وزارتوں اور 34 صوبوں سے بنی حکومت میں ان چوروں اور ڈاکوؤں کو جواب دینے کی سکت نہیں تھی، اسی لیے تو صلح کے نام پر سودے بازی شروع ہوئی اور 'صلح کونسل' کا انعقاد کیا گیا۔ صلح کی اعلی سطحی کونسل کے پاس ہزاروں ڈالر استعمال کرنے کا اختیار تھا۔ اُس نے اپنی ساری توانائیاں ان لوگوں کی جھولی میں ڈال دیں، جن کی پوری زندگی جنگ کرتے گزری ہے۔ ان کے لیے جنگ سیاسی فوائد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ مجاہدین یا کسی بھی دوسرے سیاسی حریف کو راستے سے ہٹانا ان کا مشن ہے۔ اسی کے ساتھ صلح کی اعلی سطحی کونسل کی تمام تر توجہات صلح کے بجائے انضمام وادغام پر ٹھہری ہوئی ہیں۔

بدخشان، تخار اور بغلان سمیت قندھار، کنڑ اور لغمان میں چہرہ ڈھانپے لوگوں کو میڈیا کے سامنے مجاہدین کے روپ میں لا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ہم نے اتنے 'مجاہدین' پکڑ لیے ہیں۔ خود ان کے پاس پرانے اسلحے کے کچھ نمونے ہوتے ہیں۔ اعلان کرنے والے میڈیا ٹیموں کو ہزارہا ڈالر دیتے ہیں۔ دنیا بھر کو اسی طرح صلح کے نام پر ورغلایا جاتا ہے۔ جب صدر اشرف غنی انتخاب لڑ رہے تھے تو قطر میں امارت کے قریبی ذرائع سے بات کر کے انہیں یقین دلایا کہ اگلے چھ مہینوں میں صلح اور مذاکرات کا یقینی انعقاد سامنے لایا جائے گا۔ اگلے چھ مہینے پورے ہونے سے قبل ہی ایوان صدر میں 'ملی وحدت' کا شوشہ چھوڑ کر جنگ جاری رکھنے کے معاہدے پر دستخط کر دیے گئے۔ صلح اور مذاکرات کے تمام وعدے پس پشت ڈال کر جنگ کو باقاعدہ ایک ضروری عمل قرار دیا گیا۔ اسی وجہ سے عالمی قوتوں کے پاس بھیک مانگی گئی۔ ہر طرح کی کانفرنسوں اپنی شرکت کو یقینی بنایا گیا۔ چناں چہ بھیک میں 5.1 ملین ڈالر حاصل کیے گئے۔ امریکی ڈرون کے بل بوتے ایک بار پھر جنگ کی آگ کو تیز کیا گیا۔ بگرام جیل کو افغانستان کے مظلوم مسلمانوں سے بھر دیا گیا۔ قندوز میں دو مرتبہ شکست کھائی۔ قلعہ موسیٰ میں اسٹریٹجی طور پر شکست کا سامنا ہوا۔ اشرف غنی کو دباؤ میں لانے اور ہزارہ جات کو اپنے کنٹرول میں لینے کے لیے صلح کا پروجیکٹ خلیلی کو فروخت کر دیا۔ اسی کے ساتھ افغانستان پر کنٹرول مضبوط کرنے کے لیے اپنے کمیشن کاروں اور مسلح لوگوں کو اُکسایا۔ اسی وجہ سے صلح کی اعلی سطحی کونسل کو ایوان صدر تک محدود کر دیا گیا۔ جب کہ اُس کی پرانی خود مختارانہ حیثیت بھی واپس لے لی۔ خلیلی صاحب کی تقرری پر کافی سوچ بچار کیا گیا۔ ان کی تقرری سے کرزئی کی ٹیم کو کمزور کرنا مقصود تھا۔ وہ سابق صدر کرزئی کے دور میں ایک عرصے تک اپوزیشن میں رہ کر ہزارہ برادری کے مفادات پورے کرتے رہے۔ محقق کے پیش نظر بھی خلیلی صاحب کی تقرری سے توازن برقرار رکھنا تھا۔ یاد رہے خلیلی صاحب کے بیٹے کو اس سے قبل آذربائیجان میں سفیر کی حیثیت سے مقرر کیا گیا تھا۔ صدر اشرف غنی سیاسی رشوت میں کسی بھی دوسرے شخص سے خوب واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے وہ نفع ونقصان کا اندازہ اپنے سیاسی فکر کی روشنی میں ہی کرتے ہے۔ اسی لیے حال ہی میں صلح سے وابستہ امیدوں کو بھی قومی وحدت کی حکومت کی نذر کر دیا گیا۔ جب ہم نے مکمل طور پر صلح کی کوششوں کو قوم کے ساتھ جنگ قرار دیا تو ایوان صدر ہمارے معاملاتمیں کئی طرح کے مداخلت کا مرتکب ہوا۔ اب بھی کابل میں صلح کے نام پر دسیوں تحریکیں چل رہی ہیں۔ وہ صلح ہی کے کام میں مصروف عمل ہیں۔ جن میں سے اکثر کے مصارف کو سکیورٹی کے مد میں ایوان صدر سے ہی پورا کیا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل جب ہم قطر گئے تو امارت اسلامیہ کے سیاسی نمائندوں نے ہمیں بتایا کہ صلح کے لیے کام کرنے والے کئی سربر آوردہ لوگ ان کے ساتھ ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے مطابق ہمیں تاحال کوئی علم نہیں کہ کون صلح کا حامی ہے اور کون مخالف ہے؟ ہم پہلے لوگ ہیں، جو قطر دفتر میں سیاسی نمائندوں کے ساتھ بیٹھ سکے تھے۔ اس کی تمام تر تفصیلات میڈیا میں جاری کر دی گئی ہیں۔ صلح کی تمام کوششیں کابل سمیت دیگر کئی شہروں میں عوامی شعور کی بیداری کے لیے کی جا رہی ہیں۔ ہمیں امید ہے صلح کے لیے صدقِ دل سے کوشش کرنے والے عوامی امیدوں کے پورا ہونے کے لیے حکومت اور مخالف فریق کے ساتھ ثالثی کا کردار ادا کریں گے۔ امید ہے وہ مظلوم افغان مسلمانوں کے خون کی سودے بازی سے باز رہیں گے۔ قومی وحدت کے ساتھ صلح کی حالیہ کاوشیں مشکل نظر آ رہی ہیں۔ جب تک عوامی دباؤ سامنے نہ لائے جائے، کوئی بھی افغانی صلح کے لیے تیار نہیں ہوگا۔

ظالم حکمران اور غیر سیاسی رعایا

احمد ولی فروتن

سولہ سال سے جمہوریت کی کرسی پر براجمان ظالم اور کرپٹ حکام افغان عوام کا خون نچوڑ رہے ہیں۔ یہ لوگ کبھی سیر نہیں ہوتے۔ افغانستان کے مظلوم عوام امریکا کی خونی سیاست میں اپنی جانیں ہار رہے ہیں۔ جیسا کہ رمضان میں ایک بڑا ٹرک بم دھماکہ ہوا، جس میں بہت سے عام لوگ بھی جانوں کی بازی ہار گئے اور کئی زخمی ہوگئے۔ امریکی وزیر دفاع نے سال کے آغاز ہی میں کابل میں ایک غیر اعلانیہ دورے کے موقع پر خبردار کیا تھا کہ اس سال جنگ میں شدت آجائے گی۔ یہ بڑھتی ہوئی کشیدگی امریکا کی منصوبہ بندی کے مطابق اس کی سیاست کا حصہ ہے۔ امریکی سیاست کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل کابل کی مخلوط حکومت عوام کو ایک مظاہرے ہی پر دلاسہ دینے کی کوشش میں ہے۔ سول سوسائٹی کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے اور اس سے یہی کام لیا جارہا ہے۔

جب بھی کوئی بڑا دھماکہ ہوتا ہے تو اس افراتفری کی وجہ سے عام لوگوں کے جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں۔ اس دھماکے کا ردعمل ظاہر کرنے کے لیے عوام میں شعور اٹھنے لگتا ہے۔ لوگ مظاہروں اور ریلیوں کی صورت میں حکومت کے خلاف نکل آتے ہیں۔ تب پولیس کی فائرنگ یا اس طرح کے دیگر واقعات ہو جاتے ہیں۔ سول سائٹی اور کچھ ایسے دیگر لوگ اس کے خلاف بدلہ لینے کا نعرہ لے کر سرگرم ہو جاتے ہیں۔ تب پولیس اور عوام کے درمیان جنگ کے نام پر کچھ نئے نعرے اٹھنے لگتے ہیں۔ یہ حالت مسلسل رہتی ہے۔ ایسے میں وہ حکومت کے خلاف اٹھنے والے مظاہرے اور اہداف یوں ہی رہ جاتے ہیں۔ تب حکومت ایک نئے جرم کے لیے کمربستہ ہو جاتی ہے۔

یہ فطری بات ہے کہ صرف جذبات کی گہرائی کے نتیجے میں اٹھنے والے مظاہرے اور ریلیاں کامیاب نہیں ہوتیں۔ کیوں کہ یہ مظاہرے صرف جذباتی نعروں کی پیداوار ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جذبات میں ٹھنڈک آ جاتی ہے۔ ان کی انرجی ایک حقیقی اور مثبت حل کے لیے راستہ تلاش کرنے لگتی ہے۔ کیوں کہ جذباتی تحریک کا مقصد محض بدلہ لینا ہوتا ہے۔ جذبات حقیقی حل کی بجائے ایک وقتی حل کی چاہت کرتے ہیں۔ یہ حکومت کے خلاف عوام کا ایک جذباتی ردِ عمل تھا، جو بلا کسی نتیجے کے ختم ہوگیا۔ تب امریکا کی کٹھ پتلی حکومت عوام کو خوف و خطر سے بے پروا ہو کر امریکی احکام کی تعمیل کا موقع مل جاتا ہے۔ اگر مخلوط حکومت کی پالیسیوں پر ذرا بھی غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ افغان حکام پرانے سدھائے ہوئے غلام ہیں، جو ہمیشہ سے غیروں کے اشارے پر اپنے عوام کا خون چوستے آئے ہیں۔ میڈیا کے بقول 'افغانستان کو ایک اسٹریٹجک ٹھکانہ سمجھ رکھنے والا 'مہربان' امریکا جنگ اور کشیدگی کو ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ مخلوط حکومت اس قتل عام میں برابر کی ملوث ہے۔ ایسی حکومت سے مسئلے کے دائمی حل کی توقع سراسر بے جا ہے۔

افغان عوام کو چاہیے کہ جذباتی مظاہروں کے بجائے اپنی طاقت ایک متحد حکومت یعنی اسلامی نظام کو وجود دینے کے لیے بروئے کار لائیں۔ اس منحوس جمہوریت سے خود کو بچانے کی کوشش کریں۔ اگر اس وقت یہ قوت ایک اسلامی نظام کے مطالبے کی خاطر سامنے آئے تو دشمن اپنے گھر میں اس سے خوف کھائے گا۔ دوسری طرف اگر حکومت ان مظاہروں کے خلاف ردعمل بھی دکھائے تو مظاہروں کا نتیجہ عوام ہی کے مفاد میں ہوگا۔ کیوں کہ یہ مظاہرہ اور ریلی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دستور اور اسلامی نظام کے مطالبے کے لیے ہے۔ اس راہ میں اگر ان کی جان بھی چلی جائے تو یہ راہِ حق کے شہداء ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کا انعام جنت ہوتا ہے۔

صلح کے نام پر کھلا مذاق

قاری خالد

گزشتہ ہفتے کریم خلیلی کی سربراہی میں صلح کے لیے ایک نئی پالیسی کا اعلان کیا گیا، جس کا امارت اسلامیہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مذکورہ شوریٰ کا مجاہدین کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں تو غریب افغانستان کے خزانے پر بے جا بوجھ کیوں ڈالا گیا ہے؟ اراکین شوریٰ کو کس نام پر مصارف کے لیے بھاری بھرکم رقم فراہم کی جاتی ہے؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ صلح کمیشن اس بات پر تحقیق کرے کہ صلح کیوں نہیں ہوسکتی؟ ایسے میں کون سے مسائل صلح میں رکاوٹ بن رہے ہیں؟ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ صلح کے نام پر یہ ایک کھلا مذاق ہے، جسے میڈیا میں نشر کر کے افغانستان بھر کا وقت اور پیسا ضایع کیا جا رہا ہے۔ صلح کے نام پر یہ مذاق 'حفظِ ماتقدم' کے طور پر اس لیے بھی شروع کیا گیا ہے کہ کابل میں آدھے سے زیادہ حکام اپنی جان و مال کے لیے خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔ انہیں اچھی طرح علم ہے کہ قوم کا ردعمل یقینی طور پر سامنے آئے گا۔ ان کے مفادات کا تحفظ 'جنگ زدہ افغانستان' میں ہے۔ وہ جنگ جاری رکھنے پر اس لیے مصر ہیں کہ ان کی ناجائز من مانیوں کی تکمیل افغانستان کی جنگ میں پوشیدہ ہے۔

اگر ہم حقیقت سے آنکھیں نہ چرائیں تو کیا دوستم کسی بھی 'ریاست' کی نمائندگی کا حق رکھتے ہیں؟ عطاء وشیر زئی کو یہ حق ہے کہ انہیں ایک ایسی ریاست کی باگ ڈور تھمادی جائے، جو چاروں طرف سے حالتِ جنگ میں ہے؟ عبداللہ اور اشرف غنی یہ اہلیت رکھتے ہیں کہ وہ دوملکوں کی فوجوں کے ستائے ہوئے افغان عوام کو خوش حالی وترقی سے ہم کنار کرسکیں؟ صدر اشرف غنی میں اتنی طاقت اور حوصلہ ہے کہ وہ اپنی ماتحت فوج، پولیس اور وزراء کو اُن کے جبر و ستم کی وجہ سے عہدوں سے برطرف کرسکیں یا قاتلوں اور مختلف مافیاز کو پکڑنے کی جرأت رکھتے ہیں؟

صلح کی راہ میں یہی عوامل حقیقی رکاوٹیں ہیں۔ اس لیے وہ نہیں چاہتے کہ افغانستان میں صلح و امن قائم ہو جائے۔ جنگ کے شعلے بجھ جائیں، تاکہ بدامنی کی تاریکی میں ان کا اصلی چہرہ چھپا رہے۔ ان کی خواہش ہے کہ غاصب فوج طویل عرصے تک افغانستان میں رہے۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ مسلم افغان عوام اپنی مرضی سے اسلامی نظام کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ وہ ایسا افغانستان کسی طرح نہیں چاہتے، جہاں انصاف اعلیٰ پیمانوں پر موجود ہو۔ جہاں عہدوں کی تقسیم رشوت کے بغیر ہو۔ جہاں اقربا پروری کا نشان تک نہ ہو۔ یہی وجہ ہے افغانستان میں جنگ جاری رکھنے کے لیے داعش کو پیدا کیا گیا۔ افغانستان کے طول و عرض میں انتشار و افراتفری پھیلانے کے لیے داعشیوں کو باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے۔ ملا رسول کے گماشتوں کو سرکاری پروٹوکول میں ہلمند پہنچایا گیا۔ ان کی مدد کے لیے جبار قہرمان کو وہاں بھیجا گیا۔ ننگرہار میں داعش کے لیے میدان ہموار کیا جا رہی ہے۔ مسلم یار اس کی مدد کے لیے کمربستہ ہے۔ جب شمال میں داعش کا رہنا محال ہو گیا تو عطا اور دوستم کے جنگجوؤں کو اسلحے سے لیس کر کے داعش کے نام سے متعارف کرایا گیا۔

یہ حقیقت ہے کہ جب تک بیرونی غاصب فوج افغانستان میں موجود ہوگی اور موجودہ افغان اہل کار امریکی غلامی کرتے رہیں گے، تب تک جنگ کے شعلے یوں ہی بھڑکتے رہیں گے۔ چند لوگوں کے ذاتی مفادات کی یوں ہی آبیاری ہوتی رہے گی۔ افغان عوام اسی طرح نہایت بے دردی سے تہِ تیغ کیے جاتے رہیں گے۔

چین و انگلستان دشمنی سے دوستی تک

خبیر احمد

انیسویں صدی کے وسط میں انگریز استعمار نے چین سے دو خون ریز جنگیں اس لیے لڑیں کہ چین نے انگلستان سے آنے والی منشیات کو روکنے کے لیے تدابیر اختیار کی تھیں۔ انگلستان اپنے دور میں مضبوط قوت تھا۔ اس نے چین پر دو بار جارحیت کی۔ جس کے انجام کار میں چین ٹوٹ گیا۔ اس نے اپنی ساری بندر گاہیں انگلستان کے لیے کھول لیں۔ جنگ کا تاوان وصول کیا اور ہانگ کانگ کی بندر گاہ تجارت کے لیے انگلستان کے اختیار میں دے دی۔ چین اور انگلستان کے درمیان یہ تنازع 1997 میں اس وقت ختم ہو کر نئے تعلقات کا سے ہوا، جب انگلستان نے ہانگ کانگ کی بندر گاہ چین کے حوالے کر دی۔

2015ء میں برطانیہ کے وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون نے اپنے اعلی سطحی وفد کے ساتھ چین کا دورہ ایسے حالات میں کیا، جب چین اقتصادی دوڑ میں برطانیہ سے کئی گنا آگے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ڈیوڈ کیمرون نے چین کے ساتھ اقتصادی اور تجارتی شعبے میں 40 ارب پونڈ کے معاہدوں پر دستخط کیے۔ ڈیوڈ کیمرون کے دورے کے بعد چینی صدر شی چنگ پنگ نے برطانیہ کا دورہ کیا اور اس سے تعلقات کے نئے دور کا آغاز کیا۔ ایسے حالات میں جب کہ برطانیہ نے حال ہی میں یورپی اتحاد سے علیحدگی اختیار کی ہے۔ دوسری جانب امریکی صدر ٹرمپ نے بھی یورپی یونین سے اتحاد اور دیگر صنعتی ممالک سے بڑے بڑے معاہدے منسوخ کر دیے ہیں تو برطانیہ کے لیے چین سے تجارت اور اقتصادی تعلقات کی توسیع بہترین موقع ہے۔ اس کے لیے یورپ کا متبادل بن سکتا ہے۔

چوں کہ چین یورپین اتحاد کے ایک اہم کلیدی رکن کی حیثیت سے برطانوی مارکیٹ کو اپنی مصنوعات اور برآمدات کے لیے مرکز بنائے گا۔ اس طرح وہ انگلستان سے فولاد کی برآمد کا آغاز کرے گا۔ بلاشبہ یہ کام چین کے لیے گولڈن چانس ہے۔ یہ چین کے لیے یورپی اقتصادیات پر تسلط کے مترادف ہے۔ اسی طرح یہ خدشہ تھا کہ اگر برطانیہ یورپی اتحاد سے نکل جائے تو اقتصادی اعتبار سے اس پر کیا منفی اثر ہو گا، مگر اقتصادی امور کے ماہرین کا یقین ہے کہ اگر انگلستان اپنے تجارتی اور اقتصادی روابط دنیا کی نئی اقتصادی قوت چین سے مضبوط کر لے تو یہ برطانیہ کے لیے یورپی اتحاد سے زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔ البتہ چین بھی انگلستان سے چند مخصوص امیدیں رکھتا ہے۔ جن کو خاص طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ انگلستان چین کو آزاد مارکیٹ میں تجارت کے لیے مناسب جگہ دے گا۔ امریکا اور یورپی یونین کے ممکنہ رکاوٹوں بچائے گا۔ دوسری بات یہ کہ انگلستان اپنی سرزمین پر چینی کمپنیوں کی فعالیت اور سرمایہ کاری کے لیے آسان قوانین وضع کرے گا۔ تیسری بات یہ کہ امریکا چین کے ساتھ آزاد تجارت پر رقابت رکھتا ہے۔ وہ اس موقع کی تلاش میں ہے کہ کسی طرح چین کا راستہ روکے اور ممکن ہے، مستقبل میں ٹرمپ اس کے لیے کچھ نئے اقدامات بھی اٹھائیں۔ انگلستان اس کی مضبوط روک تھام کرے گا اور چین کے ساتھ تعاون کے لیے کھڑا ہو گا۔

چین برطانیہ کی برآمدات کے حوالے سے ساتواں تجارتی ملک ہے۔ یعنی انگلستان کی 36 فیصد برآمدات چین کو جاتی ہیں۔ انگلستان چینی برآمدات اور مصنوعات کے حوالے سے تیسرا ملک ہے۔ بایں معنی کہ انگلستان کی برآمدات کی 7 فیصد ضروریات چین سے پوری ہوتی ہیں۔ گزشتہ دس سالوں میں چین اور برطانیہ کی جاری تجارت کا حجم 24 ارب پونڈ سے بڑھ گیا ہے۔ اب جب کہ 2016 کے اوائل میں دوطرفہ تجارت 60 ارب پونڈ تک پہنچ گئی تھی۔ چین کی جانب سے انگلستانی مارکیٹوں میں پیش کی جانے والی متنوع مصنوعات کے علاوہ تیکنیکی مشینیں، برقی آلات، کنسٹریکشن مشینیں، فلیش مواد، نقل و حمل کے ذرائع، سامان اور آلات میں استعمال کیے جانے والا خام مواد، دوائیں، کیمیکلز، پلاسٹک اور دیگر خدماتی اجناس شامل ہیں۔

جارحیت کے زیرِ سایہ منشیات کا بڑھتا رجحان

احمد مختار

جارحیت کے زیر سایہ کابل انتظامیہ کے زیرِ قیادت دیگر خرابیوں کے علاوہ منشیات کا اضافہ بھی بے انتہا بڑھ رہا ہے۔ امریکی انتظامیہ کی طرف مرتب شدہ کانگریس کو پیش کی سیگار کی حالیہ رپورٹ میں افغانستان میں منشیات کے اضافے کے حوالے لکھا ہے کہ 'منشیات کے حوالے سے حاصل ہونی والی معلومات اور اعداد و شمار کے مطابق افغانستان میں منشیات 2015 میں ایک ارب ڈالر تک پہنچ رہی تھیں۔ 2016 میں اس میں دوگنا اضافہ ہوا ہے۔ جس کا اندازہ تین ارب ڈالر تک لگایا گیا ہے۔' جب امریکا نے 2001 میں افغانستان پر جارحیت کی تھی، اس وقت اقوام متحدہ کے ادارہ برائے انسداد منشیات کے اعتراف کے مطابق یہاں پوست اور اس سے منشیات کی تولید صفر درجے تک آ پہنچی تھی، مگر اب خود مذکورہ تنظیم کے اعتراف کے مطابق افغانستان منشیات کی تولید میں عالمی سطح پر پہلے نمبر ہے۔ ملک میں منشیات کی کاشت، تولید اور اسمگلنگ بیرونی جارحیت پسندوں اور کابل انتظامیہ کے کرپٹ حکام کی مشترکہ حمایت اور کوششوں سے ہوتی ہے۔

سیگار کی حالیہ ششماہی رپورٹ کے بعد انتظامیہ کے پارلیمانی حکام نے بھی اس حوالے سے اپنی وضاحت میں کہا ہے کہ 'امریکا اور برطانیہ افغانستان میں منشیات کے اضافے اور اسمگلنگ میں ملوث ہیں۔ ہر سال اس ذریعے سے اربوں ڈالر کماتے ہیں۔' اسی طرح پارلیمنٹ کے کمیشن برائے منشیات کے سربراہ لالی حمید زئی کا کہنا ہے کہ 2016 میں 14 صوبوں میں 183 ہزار ایکڑ زمین پر افیون کی کاشت کی گئی، جس کی قیمت عالمی مارکیٹ کے مطابق 7 ارب ڈالر تھی۔ یعنی امریکا منشیات کے اضافے اور اسمگلنگ کے خلاف دو طریقوں سے کرپشن کرتا ہے۔ ایک جانب منشیات کی روک تھام کے نام پر اقوام متحدہ کے ادارہ برائے انسداد منشیات سے اربوں ڈالر لیتا ہے۔ دوسری جانب چوروں اور کرپٹ حکام سے مل کر منشیات کے اضافے اور اسمگلنگ کے ذریعے اربوں ڈالر حاصل کرتا ہے۔ گزشتہ سال 2016 میں افغان وزارت داخلہ نے کمیشن برائے انسداد منشیات اور وزارت صحت عامہ کی جواب طلبی کی۔ انہوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ بیرونی قوتیں منشیات کے اضافے اور اسمگلنگ میں ملوث ہیں۔ وہ اپنے طیاروں کے ذریعے منشیات کو افغانستان سے باہر منتقل کرتے ہیں۔

افغانستان پر امریکی جارحیت کا ایک بہانہ یہ بھی تھا کہ امارت اسلامیہ میں منشیات کی کاشت اور باہر ملکوں کو اسمگلنگ ہوتی ہے۔ اس وقت عالمی تنظیموں کی رپورٹیں اور دیے گئے اعداد و شمار یہ ثابت کرتے ہیں کہ مجاہدین کی حکومت میں منشیات کی سطح صفر تھی۔ مجاہدین حکومت نے ایک سرکاری فرمان کے ذریعے پورے ملک میں پوست کی کاشت کا خاتمہ کر دیا تھا، مگر 2002 میں امریکی جارحیت کے ساتھ ہی یہاں منشیات کا گراف بڑھنے لگا۔

2004 میں افغانستان پوری دنیا میں منشیات برآمد کرنے میں پہلے نمبر پر تھا۔ افغانستان نے امریکی جارحیت کے زیر سایہ درج ذیل امور میں عالمی ریکارڈ قائم کر رکھے ہیں:

۱)۔ منشیات کی تولید اور اسمگلنگ۔ ۲)۔ انسانی حقوق کی پامالی۔ ۳)۔ انتظامی کرپشن اور چوری۔ ۴)۔ جنگ اور بدامنی۔ ۵)۔ خواتین پر تشدد اور بالآخر روزمرہ زندگی کے تمام معاملات میں ناانصافیاں۔

وإذا قيل لهم لا تفسدوا في الأرض قالوا إنما نحن مصلحون۔ الا إنهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون۔ (البقرة: 12,11)

افغانستان جون 2017 میں

احمد فارسی

جون 2017 میں مجاہدین کی کارروائیاں ماضی کی طرح کامیاب اور نمایاں رہی ہیں۔ کئی علاقے، چیک پوسٹیں اور اضلاع مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوئے ہیں۔ اس ماہ کے دوران کچھ دیگر اہم واقعات بھی پیش آئے، جن کی مختصر تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے۔

جارحیت پسندوں کا جانی نقصان:

جون میں غیر ملکی حملہ آوروں پر چھ بڑے حملے ہوئے، جن میں 14 غیر ملکی فوجی ہلاک ہوئے۔ تاہم دشمن نے صرف تین فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ 12 جون کو ننگرہار کے ضلع غنی خیل میں امریکی فوجیوں کا ایک ٹینک سڑک کنارے نصب بارودی سرنگ کا نشانہ بنا، جس میں 5 فوجی ہلاک ہوگئے۔ دشمن نے رواں سال اپنی ہلاکتوں کے اعداد و شمار جاری کرتے ہوئے 7 فوجیوں کی ہلاکتوں کا اعتراف کیا ہے۔ اس کے مطابق امریکی یلغار سے اب تک 3535 فوجی ہلاک ہوئے ہیں، جن میں 2399 امریکی فوجی اور 455 برطانوی فوجی شامل ہیں۔ جارحیت پسندوں پر مجاہدین نے تین اجتماعی حملے کیے۔ دو حملے افغان فوج میں سرایت کرنے والے رابطہ کار مجاہدین کی جانب سے ہوئے۔ مجموعی طور پر جون میں ان پر چھ حملے ہوئے۔ تاہم دشمن نے اپنی پالیسی کے مطابق صرف تین فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔

کٹھ پتلی فوج کو ہونے والے نقصانات:

کٹھ پتلی فورسز کی ہلاکتوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ گزشتہ سال کی نسبت رواں سال کے پہلے چھ ماہ کے دوران کی ہلاکتوں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ اگرچہ ان کی ہلاکتوں کے صحیح اعداد و شمار میسر نہیں، مگر ذیل کے واقعات دیکھتے ہوئے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ جون میں افغان فوج کو کتنا نقصان ہوا ہے:

18 جون کو صوبہ نیمروز کے ضلع چخان سور کے گورنر مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوگئے۔ 19 جون کو ہلمند کے ضلع گریشک میں ایک پولیس کمانڈر کو چھ اہل کاروں سمیت قتل کر دیا گیا۔ اسی روز صوبہ ننگرہار کے ہائی کورٹ کے ایک جج جلال آباد شہر بم دھماکے میں مارے گئے۔

دشمن کا مالی نقصان:

حملہ آوروں اور کٹھ پتلی دشمن کو جون میں جانی و مالی لحاظ سے بھاری نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ ان پر شدید حملے کیے گئے۔ کئی علاقوں سے اُنہیں پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ ان کے بہت سے اہل کار ہتھیار ڈال کر مجاہدین کی صف میں شامل ہوگئے۔ اس کے علاوہ انہیں مالی لحاظ سے بھی بھاری نقصان ہوا ہے۔ جس میں 9 جون کو مشرقی صوبے ننگرہار میں ان کا جاسوس طیارہ مار گرایا گیا۔

جنگی قیدیوں کی رہائی:

امارت اسلامیہ نہ صرف جنگ اور سیاست کے میدان میں شرعی احکامات پر عمل درآمد کرتی ہے، بلکہ جنگ کے میدان میں گرفتار ہونے والے اہل کاروں کے ساتھ بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق سلوک کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں جنگ کے دوران ہزاروں سپاہیوں کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ تاہم اُنہیں اسلام کی راہ دکھانے کے بعد نہ صرف رہا کیا گیا ہے، بلکہ انہیں پرامن طریقے سے اپنے گھروں تک پہنچانے میں تعاون بھی کیا گیا ہے۔ 2 جون کو قندھار کے ضلع شاہ ولی کوٹ میں مجاہدین نے ایک کامیاب حملے کے نتیجے میں 11 اہل کاروں کو گرفتار کرنے کے بعد واپس رہا کر دیا۔ اس کے بعد 5 جون کو صوبہ فاریاب میں فوج اور پولیس کے 62 اہل کاروں کو اس دن رہا کیا گیا، جب اسی صوبے میں درندہ صفت فورسز نے شہداء کی لاشوں کی توہین اور بے حرمتی کی تھی۔ اسی طرح 23 اور 24 جون کو صوبہ اروزگان میں 20 اہل کاروں اور دیگر صوبوں میں عید الفطر کے موقع پر 16 اہل کاروں کو جیل سے

رہا کر دیا گیا۔ امارت اسلامیہ کی جانب سے دشمن سپاہیوں کے ساتھ اسلامی اور اخلاقی سلوک ایک ایسے وقت کیا جاتا ہے کہ مخالف سمت کی جانب سے اب بھی ہزاروں مجاہدین اور ان کے ساتھ تعاون کے شبہ میں گرفتار شہری افغانستان کے مختلف علاقوں کے جیلوں میں جارحیت پسندوں اور ان کے حواریوں کی طرف سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ انہیں ہراساں کیا جاتا اور ان پر تشدد کیا جاتا ہے۔

غریب عوام اور بے رحم دشمن:

جارحیت پسندوں اور ان کے حواریوں نے لاچار اور غریب شہریوں کے قتل عام، تشدد اور ہراساں کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ وحشیانہ بمباری میں خواتین، بچے اور ضعیف لوگ لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ اس حوالے سے مکمل تفصیلات امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ تاہم مختصراً یہاں چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں:

12 جون کو قابض فوج نے صوبہ ننگرہار کے ضلع غنی خیل میں شہری آبادی پر حملہ کر کے ایک خاندان کے تین افراد کو شہید کر دیا۔ 15 جون کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں اجرتی فورسز کے مارٹر حملے میں تین معصوم بچے شہید ہوگئے۔ 16 جون کو کابل میں ایک دیہاڑی دار مزدور کو پولیس نے شہید کر دیا۔ 19 جون کو صوبہ ننگرہار کے ضلع جانی خیل میں اسپیشل فورسز نے پولٹری فارم میں محنت مزدوری کرنے والے پانچ افراد کو شہید کر دیا۔ عید الفطر کے دن ننگرہار کے ضلع اچین میں امریکی ڈرون طیاروں نے عید کی خوشی منانے والوں پر وحشیانہ بمباری کی، جس کے نتیجے میں 16 افراد شہید ہوگئے، جن میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے۔

امریکی فوج کی تعداد میں اضافہ:

16 جون کو امریکا نے افغانستان میں 4 ہزار فوجی بھیجنے کا عندیہ دیا، جب کہ برطانیہ نے 100 فوجیوں کی تعیناتی کی پیشکش کی ہے۔ تاہم ایک دن بعد برسلز میں قابض نیٹو یونین کے وزرائے دفاع کا اجلاس ہوا، جس میں امریکا اور برطانیہ کے مسودے پر احتجاج کیا گیا اور مزید فوجی بھیجنے کی تجویز مسترد کرتے ہوئے یہ اجلاس بغیر نتیجے کے ختم ہوا۔

منصوری آپریشن:

جون میں بھی مجاہدین نے منصوری کارروائیوں کے تحت اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ 8 جون کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ اروزگان میں ایک کارروائی کے نتیجے میں 5 چوکیاں فتح کیں۔ اسی روز صوبہ فاریاب میں بھی مجاہدین نے مسلسل پیش رفت کرتے ہوئے چیچنو نامی گاؤں پر قبضہ کر لیا۔ 14 جون کو صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہل کاروں پر مجاہدین نے ایک خاص حکمت عملی کے تحت حملہ کر کے درجنوں مسلح اہل کار ہلاک اور زخمی کر دیے۔ 18 جون کو صوبہ پکتیا کے پولیس ہیڈ کوارٹر پر فدائی مجاہدین نے ایک منظم منصوبے کے تحت حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تمام فدائی مجاہدین پولیس ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوئے۔ یہ کارروائی کئی گھنٹے تک جاری رہی، جس کے نتیجے میں کٹھ پتلی فوج کو بہت بڑا انسانی و مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ 20 جون کو شمالی صوبے جوزجان کے ضلع درزاب میں مجاہدین نے سرکاری فورسز کی چیک پوسٹوں پر حملہ کر کے دشمن کو پسپا کر دیا اور پورے علاقے پر امارت اسلامیہ کا سفید پرچم لہرا دیا گیا۔ جب کہ فرار ہونے والے فوجی محصور ہو کر ہتھیار اور خوراک کی قلت کی وجہ سے مایوس ہو کر مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہوگئے۔ اسی روز بگرام ایئر بیس کے محافظوں پر بھی ایک مہلک حملہ کیا گیا، جس میں متعدد فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

اندرونی حملے:

اجرتی فورسز میں بڑی تعداد میں رابطہ کار مجاہدین سرایت کر چکے ہیں۔ وہ وقتاً فوقتاً جارحیت پسندوں اور ان کے حواریوں پر جارحانہ حملے کرتے ہیں۔ جون میں بھی دشمن پر کئی حملے ہوئے ہیں۔ 4 جون کو قندھار شہر کے وارڈ نمبر 15 میں رابطہ کار مجاہدین نے 8 پولیس اہل کاروں کو ہلاک اور 5 دیگر کو زخمی کر دیا۔ 10 جون کو مشرقی صوبے ننگرہار کے ضلع اچین میں ایک رابطہ کار مجاہد نے غیر ملکی قابضین پر حملہ کر کے چار فوجیوں کو موقع پر ہلاک کر دیا۔ جب کہ وہ مجاہد خود بھی اجرتی اہل کاروں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر گیا۔ 17 جون کو مزار شریف کے شاہین بیس میں ایک رابطہ کار مجاہد نے فائرنگ کر کے 4 غیر ملکی قابض فوجیوں کو موقع پر ہی ہلاک کر دیا۔ جب کہ وہ مجاہد کٹھ پتلی فوج کی جوابی فائرنگ میں شہید ہوگیا۔

دوستانہ بمباری:

امریکی فوج کی جانب سے اپنے تربیت یافتہ فوجیوں، پولیس اور حکومتی حامی ملیشیا پر حملے ہوتے رہتے ہیں۔ جون میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ ان حملوں میں بڑی تعداد میں سکیورٹی فورسز کے اہل کار مارے جا چکے ہیں، لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ کبھی کبھار امریکا کی جانب سے اس پر افسوس کا اظہار سامنے آتا ہے، مگر کٹھ پتلی حکام نے ہمیشہ ان حملوں پر مکمل خاموشی اختیار کیے رکھتے ہیں۔ کبھی اس کی مذمت کی ہے اور نہ ہی تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔ اس خاموشی پر اندرون حکومت کافی تنقید کی جاتی ہے۔ 10 جون کو جارحیت پسندوں نے ہلمند کے ضلع نادعلی میں سرحدی پولیس پر فضائی حملہ کر کے پولیس کے 30 اہل کاروں کو ہلاک اور زخمی کر دیا۔

مجاہدین کی صف میں شمولیت اختیار کرنا:

جون میں کل 318 ملازمین، فوج اور پولیس کے اہل کاروں نے دشمن کی صفوں سے نکل کر امارت اسلامیہ میں شمولیت اختیار کی ہے۔ اسی مہینے بڑی تعداد میں فوجیوں اور دوسرے اداروں کے اہل کاروں نے حقائق جاننے کے بعد مجاہدین کی صف میں شمولیت اختیار کی ہے۔ تفصیلی رپورٹ امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ تاہم یہاں صرف ایک مثال پیش کریں گے۔ 20 جون کو صوبہ جوزجان کے ضلع درزاب میں درجنوں پولیس اور قومی ملیشیا کے اہل کاروں نے ہتھیار پھینک کر امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے ساتھ مل جانے کا اعلان کر دیا۔

کٹھ پتلی انتظامیہ میں اندرونی اختلافات:

جس طرح کٹھ پتلی انتظامیہ کی بنیاد اختلافات پر رکھی گئی ہے۔ اسی طرح اس کے اندر ہر گزرتے دن کے ساتھ اختلافات میں شدت آرہی ہے۔ اب تو حکومت میں شامل تمام جماعتوں کے کئی دھڑے بن چکے ہیں۔ اشرف غنی کے خلاف بھی اتحاد قائم کیا گیا ہے۔ حال ہی میں قومی تعصب کی بنیاد پر اختلافات شدت کر اختیار کر گئے ہیں۔ کابل انتظامیہ میں شامل بعض شراکت داروں نے افغانستان میں قیام امن کو یقینی بنانے کے بہانے حکومت کے خلاف احتجاجی ریلیاں نکالی ہیں۔ جن پر پولیس نے فائرنگ کر دی۔ جس سے 3 افراد جاں بحق اور 8 زخمی ہو گئے۔ اس واقعے کے ایک روز بعد جاں بحق افراد کی نماز جنازہ میں تین دھماکے ہوئے، جن میں 19 افراد جاں بحق ہو گئے۔ کٹھ پتلی حکومت نے ان دھماکوں کی ذمہ داری مجاہدین پر ڈالنے کی بہت کوشش کی، تاہم امارت اسلامیہ کے ترجمان نے ان واقعات میں مجاہدین کے ملوث ہونے کا دعویٰ رد کرتے ہوئے ایسے واقعات کو حکومت کے اندرونی اختلافات اور محاذ آرائی کا نتیجہ قرار دیا۔ 11 جون کو امارت اسلامیہ کے معاون سربراہ نے بھی ایک آڈیو پیغام میں کابل بم دھماکوں کی مذمت کرتے ہوئے اسے دشمن کے باہمی اختلافات کا نتیجہ قرار دیا۔

ان اختلافات میں اتنی شدت آگئی ہے کہ 6 جون کو صوبہ ہرات میں حکومت مخالف احتجاجی مظاہرے پر پولیس کی فائرنگ سے 6 افراد جاں بحق اور 16 زخمی ہو گئے۔ ان واقعات کے بعد کابل پولیس کے سربراہ کو سپریم کورٹ نے معطل کر دیا اور اصلاحات کے وزیر امر اللہ نے بھی اپنے عہدے سے استعفادے دیا۔ 20 جون کو ایک بار پھر پولیس نے مظاہرے پر فائرنگ کر کے ایک شخص کو قتل کر دیا۔

امن اور بد معاشی:

6 جون کو کابل انتظامیہ نے کابل کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس سے پہلے یہ خیال کیا جارہا تھا کہ اس کانفرنس میں تمام ممالک کے اعلیٰ نمائندگان شرکت کریں گے، مگر نہ صرف اس میں توقع کے مطابق ممالک نے شرکت نہیں کی، بلکہ جن ممالک کے نمائندگان نے شرکت کی، وہ بھی سطحی درجے کے نمائندے تھے۔ خود کابل حکومت میں شریک 50 فیصد سے زائد شمالی اتحاد کی تنظیموں؛ جمعیت اسلامی، حزب اور شوریٰ نظار نے بھی اس اجلاس میں شرکت نہیں کی۔ اس ناکام کانفرنس میں اشرف غنی نے مجاہدین کو قیام امن کے لیے مفاہمت اور مذاکرات کی دعوت دی۔ ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی گئی کہ اگر مجاہدین ان کی دعوت قبول نہیں کرتے تو وہ اپنے غیر ملکی آقاؤں کے ساتھ مل کر مجاہدین کو اپنے غضب اور غصے کا نشانہ بنائیں گے۔ تاہم امارت اسلامیہ نے ان کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے واضح کیا کہ غیر ملکی قابض قوتوں کی موجودگی میں قیام امن کے لیے مذاکرات کبھی کامیاب ہوسکتے ہیں اور نہ کابل انتظامیہ کے پاس مذاکرات کی صلاحیت اور اختیارات ہیں۔

نام نہاد امن کونسل کے سربراہ کا انتخاب:

آزادی کے حصول کے لیے کی جانے والی جدوجہد کو سبوتاژ کرنے اور حق کی آواز دبانے کے لیے نام نہاد امن کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا تھا، لیکن اس کونسل نے اب تک صرف بھاری اخراجات اور حکمت یار کو مذاکرات کے نام پر ورغلانے کے علاوہ کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا ہے۔ کافی عرصے سے نام نہاد کونسل کا سربراہ مقرر نہیں ہوا تھا۔ بالآخر 6 جون کو شیعہ رہنما کریم خلیلی نام نہاد امن کونسل کا سربراہ مقرر کیا گیا۔

جنگی جرائم جون 2017

سید سعید

افغانستان کا خطہ ہمیشہ سے اسلام دشمن قوتوں کی نظروں میں کھٹکتا رہا ہے۔ ہر کافر یہاں کے مسلمانوں کے سینوں سے ایمان اور زمین کے پیٹ سے مادیت کا سامان لوٹنے کے چکر میں رہتا ہے۔ اس کے لیے جنگوں کی آگ بھڑکائی جاتی ہے۔ اسی آگ کا ایک سلسلہ امریکی ناجائز تسلط ہے۔ جس کے سترہ برس گزرنے کو ہیں۔ اسی کا تسلسل ہے کہ یکم جون کو صوبہ بدخشان کے 'جرم' نامی علاقے پر امریکی طیاروں نے بمباری کی، جس سے دو شہری زخمی ہوئے اور کافی گھروں کو نقصان پہنچا۔ اسی دن قندوز کے ضلع چہاردرہ کے گاؤں زدران پر فورسز نے ایک چھاپے کے دوران دس عام شہریوں کو بلاوجہ گرفتار کر لیا۔

تین جون کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع جلریز کے علاقے احمد خیل میں داخلی فورسز کے مارٹر گولے کے حملے میں دو بچے شہید، جب کہ تین خواتین سمیت پانچ افراد زخمی ہو گئے۔ اس سے اگلے دن صوبہ ننگرہار کے ضلع پچیر آگام کے علاقے صبر بازار میں اجرتی فورسز کی فائرنگ سے ایک دکان دار اپنے معصوم بیٹے سمیت موقع پر شہید، جب کہ دو دکان دار زخمی ہو گئے۔

پانچ جون کو صوبہ فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ کے علاقے قروقسای میں فورسز کے ایک حملے میں پانچ شہری شہید ہو گئے۔

آٹھ جون کو مشرقی صوبے ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے 'ملی' میں مقامی ملیشیا نے ایک شہری پر تشدد کر کے اُسے شہید کر دیا۔ اس سے اگلے دن صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود کے علاقے پلہ میں پولیس نے مدرسے کے ایک طالب علم کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔ جب کہ 10 جون کو مقامی لوگوں نے میڈیا کو اطلاع دی کہ صوبہ دائی کنڈی کے ضلع گیزاب کے علاقے وادی سیدان میں مقامی ملیشیا نے ایک نو سالہ بچی کی عصمت دری کی اور بعد ازاں اس کا گلا دبا کر شہید کر دیا۔ اس سے اگلے دن مشرقی صوبے ننگرہار کے ضلع غنی خیل کے علاقے کامی میں امریکی فوجیوں نے ایک کارخانے پر چھاپہ مارا۔ جس میں تین افراد 'ژڑ گل اور اس کے دو بیٹوں شرافت اور زاہد' کو موقع پر ہی شہید، جب کہ ایک بچے کو زخمی کر دیا۔ اس سے اگلے دن اسی ضلع میں امریکی فوج کے ٹینک پر سڑک کنارے نصب بم دھماکہ ہوا، جس کے رد عمل میں انہوں نے اندھا دھند فائرنگ کر کے ایک باپ اور اس کے دو بیٹوں کو شہید کر دیا،

جن کی عمر آٹھ اور دس سال تھی۔ ننگرہار کے گورنر کے ترجمان عطاء اللہ نے بھی اس واقعے کی تصدیق کی ہے۔

چودہ جون کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے شیخ آباد زرین خیل میں پولیس کی فائرنگ سے ایک شخص غلام حضرت کی دو بیٹیاں شہید اور ایک بیٹا زخمی ہوگیا۔ اسی دن صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے علاقے گامیشک میں فورسز کے راکٹ حملے میں ایک شخص شہید، جب کہ تین بچے زخمی ہوگئے۔ اگلے دن صوبہ میدان وردگ کے ضلع جلگی کے علاقے کتب میں پولیس نے فائرنگ کر کے بارہ سالہ بچے 'حامد ولد نعیم' کو شہید کر دیا۔

سولہ جون کو کابل شہر کے علاقے پل سختہ میں پولیس نے ایک ٹیکسی ڈرائیور کو پیسے نہ دینے کے جرم میں تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ اسی دن صوبہ زابل کے ضلع شاجوئی کے علاقے تازی رباط میں ملیشیا نے ایک ڈرائیور کو مجاہدین سے مبینہ تعلق کے شبہ میں شہید اور تین شہریوں کو گرفتار کر لیا۔ اگلے دن قندھار کے ضلع خاکریز کے علاقے پودینی میں اسپیشل فورسز کے چھاپے کے دوران تین شہری شہید ہوگئے۔

اٹھارہ جون کو ننگرہار کے ضلع غنی خیل کے علاقے سیاہ چوب میں حملہ آوروں نے سرکاری فورسز کے ہمراہ چھاپے کے دوران ایک طالب علم اور پولٹری فارم میں کام کرنے والے چھ عام شہریوں کو شہید اور پانچ کو گرفتار کر لیا۔

اکیس جون کو صوبہ فراہ کے دارالحکومت کے مضافات میں پولیس نے دو ڈرائیوروں کو مطلوبہ رقم ادا نہ کرنے پر تشدد کا نشانہ بنایا، جس سے وہ شہید ہوگئے۔ اس پر لوگوں نے فراہ ہائی وے کو ٹریفک کے لیے بلاک کر کے مجرموں کو کڑی سزا دینے کا مطالبہ کیا۔

تیئس جون کو قندھار کے ضلع میوند کے علاقے سرہ بغل میں قابض اور افغان فوج کی مشترکہ کارروائی کے دوران دو عام شہری شہید اور تین افراد حراست میں لے لیے گئے۔

اُنیتس جون کو صوبہ ننگرہار کے ضلع غنی خیل کے علاقے سیاہ چوب میں قابض افواج نے افغان اہل کاروں کے ہمراہ مل کر مقامی لوگوں کے گھروں پر چھاپہ مارا۔ دروازوں کو بموں سے اڑادیا گیا۔ جب کہ تلاشی لینے کے دوران لوٹ مار کی اور تین افراد کو شہید بھی کر دیا۔ اسی دن صوبہ فراہ کے ضلع پشت رُود کے علاقے کاریز شیخان میں پولیس نے فائرنگ کر کے دو افراد 'عبد الظاہر اور عبد الواحد' کو شہید کر دیا۔

تیس جون کو صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغا کے علاقے زرغون شہر میں داخلی فورسز نے چھاپے کے دوران ایک شخص کو شہید کر دیا اور دو افراد کو حراست میں لے لیا۔ اسی دن صوبہ قندوز کے دارالحکومت کے قریب قوچی نامی علاقے میں قابض فوج نے افغان اہل کاروں کے ساتھ مل کر شہریوں کے گھروں پر چھاپہ مارا۔ گھروں کے دروازوں کو بموں سے اڑادیا اور دس عام شہریوں کو گرفتار کر کے ساتھ لے گئے۔

❀❀❀

ذرائع: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیا اور بینوا ویب سائٹس۔

شوال المکرم ۱۴۳۸ میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	44		8		155	42	36	10	19	
-2	ہلمند	52		4		102	52	14	3	9	
-3	زابل	23				67	28	11	1	4	
-4	روزجان	23				22	17	14	1		
-5	فراہ	18				61	37	10		6	
-6	غور	9				41	40	2	2	2	
-7	ہرات	28				50	36	12	2	1	
-8	نیمروز	6				11	2	3			
-9	بادغیس	19				13	12		1	7	
-10	فاریاب	44				65	51	17	3	8	
-11	کونڑ	29				17	17	4		4	
-12	ننگرہار	19				35	15	7		2	
-13	لغمان	17				28	33	6	1		
-14	نورستان	10				10	8				
-15	کابل	25				32	13	13			
-16	میدان وردگ	30				26	18	8		1	
-17	غزنی	45				58	34	12	1	4	
-18	خوست	25		3		24	22	7			
-19	لوگر	31				71	38	28			
-20	کاپیسا	6				15	5	1			
-21	پروان	14		3		13	17	8		1	
-22	پکتیکا	16				17	21	7			
-23	پکتیا	41		4		80	57	11		7	
-24	قندوز	33		9	2	93	24	17	2	7	
-25	بغلان	11				53	49	11			
-26	تخار	2				13	6				
-27	سمنگان	2				1	3		1		
-28	بدخشان	4				49	9		3	4	
-29	بامیان										
-30	بلخ	12				66	24	12	2	10	
-31	جوزجان	1				3	5				
-32	دائی کنڈی	2				4	3	1			
-33	سرپل	1				1	4				
-34	پنجشیر										
مجموعہ		642	-	31	2	1296	742	272	33	96	-

5410

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

6th Year August 2017

برطانیہ سے آزادی کے 98 سال پورے ہونے پر
الامارہ جہادی اسٹوڈیو کی جانب سے تصویری رپورٹ